شیرازہ

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹس کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

راجستھان میں
فارسی زبان وادب کے لئے
غیر مسلم حضرات کی خدمات

مرتبہ ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی

مقدمہ صاحبزادہ شوکت علی خاں

ڈائریکٹر

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان

ٹونک

راجستھان میں

فارسی زبان وادب

کے لئے

غیر مسلم حضرات کی خدمات

مرتبہ

ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی

مقدمہ

صاحبزادہ شوکت علیخان

ڈائریکٹر

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

سلسلۂ اشاعت

نام کتاب :- راجستھان میں اردو ادب کے لئے غیر مسلم حضرات کی خدمات

مرتبہ :- ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی

کتابت :- خورشید عالم ٹونکی

طباعت :- جمال پرنٹنگ پریس دہلی

قیمت :- Rs. 10/-

ناشر

ڈائریکٹر

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

مارچ ۱۹۸۲ء

انتساب

راجستھان میں
فارسی زبان وادب کے لئے
غیر مسلم حضرات کی خدمات سے
متعلق اپنی اس کاوش کو راجستھان
کے ادب نواز علم دوست وزیراعلیٰ
عزت مآب شیو چرن ماتھر صاحب
کے نام نامی سے معنون کرتے ہوئے
فخر محسوس کرتا ہوں

ابوالفیض عثمانی

مقدمہ
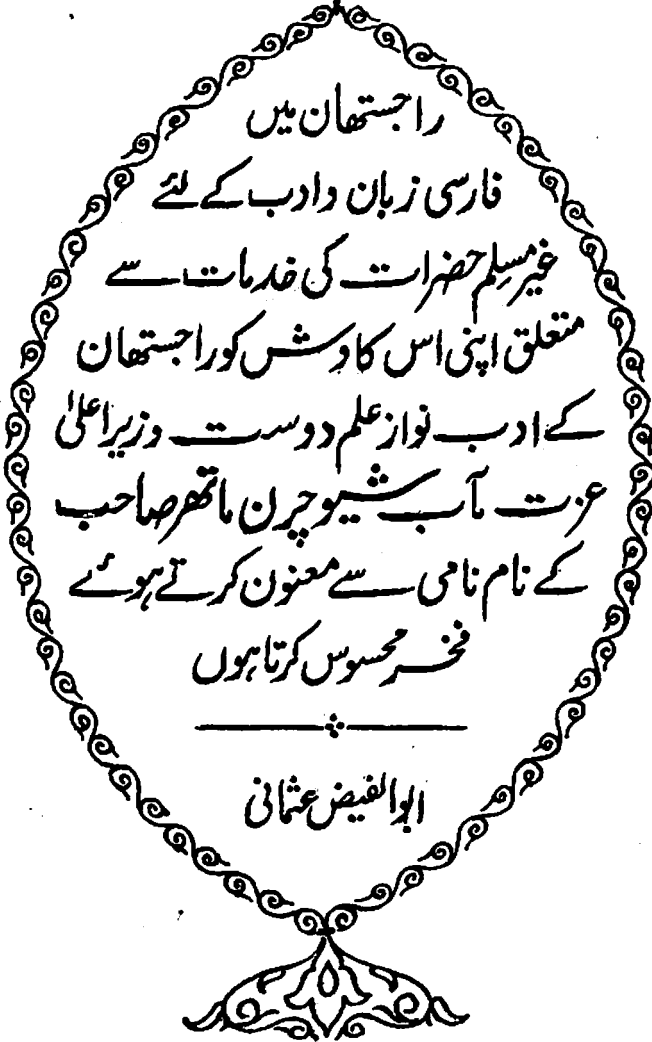
مولانا احترام الدین شاغل مرحوم کا وقیع کتب خانہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک کا گنج گراں مایہ ہے جس میں نایاب مخطوطات کے علاوہ بہترین کتبے بھی شامل ہیں نارنول کے اس علمی خانوادے کے حالات وخدمات سے متعلق اس میں بہت اچھے تذکرے بھی محفوظ ہیں۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادگان ڈاکٹر ابوالفضل عثمانی اور ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی نے اپنے خاندانی سرمایہ کو یہاں بطور عطیہ دے کر ٹھیک اسی طرح ایک تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے جس طرح ان کے نارنول کے خانوادے نے صدیوں کی محنت سے یہ سرمایہ جمع کیا تھا۔

اسی ذخیرے کے ساتھ ڈاکٹر اے ایف عثمانی نے اپنے تحقیقی مقالے بعنوان "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات" کے اصل نسخہ اور مبیضہ دونوں بھی عنایت کئے تھے چونکہ راجستھان میں اردو فارسی کی ترقی وترویج اور ارتقاء وتاریخ پر یہ مقالہ ایک مربوط مبسوط اور بھرپور تاریخی دستاویز ہے اس لیے ادارے سے اس کا شائع ہونا از حد مفید ہوگا یہ کافی ضخیم ہے اور تاریخ کے گم شدہ ابواب کی کافی حد تک نشاندہی بھی کرتا ہے ساتھ ہی ساتھ علمی ادبی اور ثقافتی تاریخ بھی مرتب کرتا ہے راجستھان کا یہ گنجینۂ بیوشن ابتک پردۂ خفا ہی میں پڑا ہوا تھا جس کو ڈاکٹر عثمانی نے نہ صرف روشناس کرایا بلکہ اہل علم کے سامنے راجستھان کے مہتم بالشان کردار کو پیش بھی کیا۔

پیش نظر کتاب ڈاکٹر عثمانی کا توسیعی خطبہ ہے جو انھوں نے دو اقساط میں انسٹی ٹیوٹ میں دیا تھا اس کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر اس کو انسٹی ٹیوٹ کے مطبوعاتی منصوبے کے تحت امسال شائع کیا ہے۔

راجستھان نے تاریخ ہند کو شجاعت و بسالت، رافت و رفعت اور حشمت و عظمت دی ایک خاص دور تک تو ہندوستان کی تاریخ راجستھان کے نبرد آزما سورماؤں کی داستان بن کر رہ گئی تھی اور راجستھان کی تاریخ ہندوستان کی تاریخ ہی کہی اور پڑھی جاتی رہی یہاں کے سالار یہاں کے سورما یہاں کے حکمراں ہندوستان کے ہی حکمراں مانے جاتے تھے راجستھان کو جیتنا ہندوستان کو مسخر کرنے کے مرادف تھا۔ پرتھوی راج، جیت، ہیمبر، کھمبا، سانگا، پرتاب، مان سنگھ اور جے سنگھ ہندوستان کے ناقابلِ فراموش کردار ہیں جن پر ہندوستان کو بجا طور پر فخر ہے۔

جس طرح راجستھان نے سورما اور نبرد آزما سالار دئیے اسی طرح علما، شعرا، فضلا بھی دئے اکبر اعظم کے دربارِ دُربار میں فیضی اور ابوالفضل جیسے نادر زماں راجستھان ہی کے ممتاز شاہکار تھے، شیخ مبارک، منشی مادھورام اور پنڈت دیبی پرشاد اسی سرزمین کے نکتہ ور ونکتہ داں علمی کردار تھے جن کے کارہائے نمایاں ہندوستان کے علمی کارناموں کو چراغ راہ بنائے ہوئے ہیں۔ اسی راجستھان نے پورے ہندوستان کے غیر مسلم شعرا میں مرزا منوہر داس توسنی کو پیدا کیا جس کے لیے جہانگیر نے اپنی توزک میں لکھا ہے کہ وہ اکبر کو بہت عزیز تھا۔ اس نے نہ صرف فارسی کی تعلیم حاصل کی بلکہ فارسی میں شعر بھی کہے۔ ہندوستان کے غیر مسلم فارسی شعرا میں اس کو اولیت کا فخر حاصل ہے۔

راجستھان نے ہی منشی مادھورام کو پیدا کیا جس نے انشائے مادھورام لکھ کر فارسی نصاب میں اپنی چھاپ لگادی۔ یہاں تراجم ہوئے تاریخیں لکھی گئیں اخبار و رسائل جاری ہوئے دواوین و بیاضیں ترتیب دی گئیں کتب خانے اور ذخائر بنے اسی راجستھان نے دہلی اور دوسرے مقامات کے خانماں برباد علما، فضلا، شعرا، اور ادبا کو پناہ دے کر علم و ادب کی آبیاری کی یہیں سے علم کی کرنیں پھوٹیں اور یہیں عربی پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آج بھی اپنے دامن میں ماہ پارے اور شاہ پارے چھپائے ہوئے ہے۔ یہاں کے کایستھ خاندانوں کے علمی کارنامے آج بھی دعوت علم وفن دے رہے ہیں یہاں نہ جانے کتنے ماتھر اور کتنے سکسینہ اور بھٹناگر پیدا ہوئے جنھوں نے فارسی علم و ادب کی آبرو رکھ لی اسی آبرو کی کہانی

ہمارے عثمانی کی زبانی سنئے گا ان کے اس توسیعی خطبے میں جو اپنی جگہ خود ایک تحقیقی مقالے کا عنوان ہی نہیں بلکہ اسکا کلیدی باب ہے جسمیں تاریخی علمی اور ادبی داستانیں بکھری پڑی ہیں ان سب کو ڈاکٹر عثمانی نے بہت سلیقے قرینے اور دلچسپ انداز میں سمیٹا ہے جو دیکھا جائے تو ایک مقالہ ہے اور پڑھا جائے تو تاریخی اور ادبی دستاویز ہے جس میں مآخذ و مصادر و منابع بکھرے پڑے ہیں۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ ڈاکٹر عثمانی صاحب نے اپنے خطبے بعنوان "راجستھان میں فارسی زبان وادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات"

(CONTRIBUTION OF NON-MUSLIMS TOWARDS PERSIAN LITERATURE IN RAJASTHAN)

راجستھان کے ادب نواز علم دوست وزیر اعلیٰ عالیجناب شیو چرن ماتھر کے نام نامی سے معنون کر کے قدر دانیٔ علم وفن کی آبرو بڑھائی ہے جس اہل علم کائستھ خاندان کے ماتھر صاحب چشم چراغ ہیں انھیں کائستھوں کے کارناموں سے تاریخِ علم وادب بکھری پڑی ہے جس کی نشاندہی ہیں اس ادارے کے انمول جواہر پارے رونمائی کر رہے ہیں اور قومی یکجہتی کے نظریے کو بھی دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔

اس ادارے کی ترقی وفروغ میں بھی اسی راجستھان نے بڑھ چڑھ کر کارہائے نمایاں سرانجام دئے ہیں اور آج راجستھان کا نام ہندوستان ہی میں نہیں عربی فارسی دنیا میں روشن ہو رہا ہے۔
راجستھان میں غیر مسلم حضرات نے اردو ادب کے فروغ وترویج میں جو کارہائے نمایاں انجام دئے ان کو ترتیب دے کر ڈاکٹر عثمانی صاحب نے اپنا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا ہے جو زیر طبع ہے اسی ادارے سے شائع ہونے والا ہے۔ زیر نظر خطبہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔
جو توسیعی خطبہ کی شکل میں راجستھان میں فارسی ادب پر محیط ہے مقالے میں ہر ریاست کے پس منظر میں اردو ادب کی تاریخ دینے سے پہلے فارسی ادب پر بہت کچھ مواد موجود ہے پھر بھی عثمانی صاحب نے بڑی دیدہ ریزی کاوش اور تحقیقی دانشوری سے اس خطبے کو واقعی ایک کتابی شکل دیدی ہے جس کو شائع کر کے یہ ادارہ نازاں ہے۔ یہاں کی مطبوعات میں ڈاکٹر عثمانی کا یہ مقالہ

بہت اہم ہے جو نہ صرف رہ نوردان علم و ادب کی رہنمائی کرے گا بلکہ تاریخ کے طلبہ کے لیے بھی مفید و معاون ثابت ہوگا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ کہنے کو تو توسیعی خطبہ ہے لیکن بصیرت افروز اور پُر از معلومات مقالہ ہے جو اُجاگر کرتا ہے بہت سے ثقافتی گوشوں کو جو منظر عام پر لاتا ہے بہت سے تحقیق طلب امور کو جو زندہ کرتا ہے بہت سی تاریخی روایتوں کو اور جو کھولتا ہے بہت سے نارسیدہ موضوعات کو جس سے تاریخ ادبیات فارسی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔

انسٹی ٹیوٹ میں توسیعی خطبات کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس کی یہ پہلی کڑی ہے جو کتابی شکل میں شائع کی جارہی ہے مجھے امید ہے کہ اس کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور ہر سال توسیعی خطبات شائع ہوتے رہیں گے کتابی شکل میں جرنل میں یا ایک ساتھ۔ آخر میں میں عثمانی صاحب کو اس وقیع تصنیف کی مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقبولِ خواص و عوام بنائے۔ اور ادارے کی کارگزاریوں کی زندہ مثال۔

صاحبزادہ شوکت علی خاں

راجستھان میں

فارسی زبان وادب

کے

غیر مسلم حضرات کی خدمات

توسیعی خطبہ

۱۷ اگست سنہ ۱۹۸۳ء

اس سے قبل کہ میں اپنے موضوع سخن یعنی "راجستھان میں فارسی زبان وادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات" پر روشنی ڈالوں، صاحبزادہ شوکت علی خاں صاحب ڈائرکٹر انسٹی ٹیوٹ کو اس امر کے لیے مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس ادارے میں توسیعی لکچر کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا ہے جس کے ذریعہ ہندوستان اور خصوصاً راجستھان میں فارسی زبانِ وادب کی تاریخ کے بہت سے گم شدہ پہلو روشنی میں آئیں گے اور نہ صرف بہت سی قابل قدر ادبی شخصیات اور ان کی گرانمایہ تخلیقات جو پردۂ گمنامی میں پوشیدہ ہیں ان کو منظر عام پر آنے کا موقع ملیگا بلکہ اس کے ذریعہ قومی اتحاد اور یکجہتی کو بھی تقویت پہنچیگی اور ہندوستانی تہذیب وتمدن اور ثقافت وفنون لطیفہ کی تعمیر وتدریج کی تاریخ بھی مرتب کرنے میں اس سے مدد ملیگی۔ اسی کے ساتھ میں ان کا شکریہ بھی ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مجھے موصوف نے اس سلسلے کے ایسے موضوع کے لئے منتخب فرمایا ہے جو بالخصوص راجستھان میں ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے اور مجھے فخر ہے کہ اردو میں پی۔ایچ ڈی کے لیے اپنا تحقیقی مقالہ مرتب کرنے کے سلسلے میں ضمنی طور پر اس موضوع پر بھی کام کرنے کا موقع ملا اس لیے کہ فارسی زبان وادب کے پس منظر کو پیش کئے بغیر میرے موضوعِ تحقیق کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا شاید غلط نہو گا کہ راجستھان میں فارسی زبان وادب کے متعلق باقاعدہ تحقیق اور خصوصاً غیر مسلم حضرات کی خدمات کو منظر عام پر لانے کا اولین فخر مجھے حاصل ہے۔ اس سے

قبل یا اس کے بعد بھی زیر بحث موضوع پر کوئی کتاب یا کوئی مضمون دستیاب نہیں ہے بہر حال میں نے سنہ ۱۹۷۰ء میں راجستھان یونیورسٹی سے اردو میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی اور میرے مقالہ کا موضوع تھا۔

"راجستھان میں اُردو ادب کیلئے غیر مسلموں کی خدمات"

اسی ضمن میں راجستھان میں فارسی شعر و ادب کی ترویج و اشاعت اور اس کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے اس سلسلہ میں یہ اہم بات سامنے آئی کہ ہندوستان کا اولین غیر مسلم شاعر مائے منوہر داس توسنی راجستھان کا رہنے والا تھا لے جسکو اکبر اعظم نے "مرزا منوہر" کے خطاب سے نوازا تھا اور اسی کے نام پر قصبہ منوہر پور آباد کر کے اس کو وہاں کا رئیس مقرر کیا تھا۔ آج بھی قصبہ منوہر پور (ضلع جے پور) میں اکبری مسجد اس تاریخ پارینہ کی یاد تازہ کرتی ہے۔

حضرات! جس خطے میں ہندوستان کا فارسی زبان کا اولین غیر مسلم شاعر پیدا ہوا ہو اس خطے میں فارسی زبان و ادب کی تاریخ سے غیر مسلم حضرات کا وابستہ ہونا ایک فطری امر ہے لہذا اس سے قبل کہ ان غیر مسلم حضرات کی ادبی خدمات کا جائزہ پیش کیا جائے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں فارسی زبان و ادب کی ترویج و ارتقاء کے پس منظر پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

یہ صوبہ جو "راجستھان" کے نام سے موسوم ہے سنہ ۱۹۴۹ء میں اس کی موجودہ تشکیل ۲ سے قبل "راجپوتانہ" کے نام سے منسوب تھا اور چھوٹی بڑی چھبیس ۲۶ خود مختار ریاستوں پر مشتمل تھا ان کے علاوہ مرکزی حکومت کی عملداری میں اجمیر میں ایک کمشنری بھی تھی نیز چند نیم خود مختار چھوٹی ریاستیں بھی اس میں شامل تھیں جن کو ٹھکانہ کہا جاتا تھا۔ صوبے کی اہم ریاستوں میں اودے پور، جے پور، جودھپور، بیکانیر کوٹہ، ٹونک، الور، بھرت پور، بوندی، جھالاواڑ وغیرہ ایسی ریاستیں تھیں جہاں فارسی زبان و ادب کی ترویج ہوئی اسی ذیل میں قرولی، دھولپور، کشن گڈھ اور سروہی وغیرہ کے نام بھی لیے جا سکتے ہیں اس صوبے میں مسلمان صوفیوں، سپاہیوں، سوداگروں اور دوسرے فارسی داں لوگوں کی آمد کے بعد فارسی کا رواج شروع ہوا۔ یہ سلسلہ سنہ ۱۰۰۸ء میں اجمیر پر محمود غزنوی کے حملہ کے ۳ بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سنہ ۱۰۹۱ء میں صوفیوں کی ایک جماعت اجمیر اور ریاست جودھپور کے

لے تذکرہ "گل رعنا (حصہ دوم)" مرتبہ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی۔ مطبوعہ عہد آفریں پریس حیدر آباد دکن سنہ ۱۸۷۵ء ص ۳۹ :- ۲ے راجستھان ایر بک سنہ ۱۹۶۹ء (انگریزی) صسکلا ۳ے تاریخ اجمیر مرتبہ پنڈت مہاراج کشن

قصبات بڑ ہی کھاٹو ڈیڈوانہ اور ناگور پہنچی تھی اس جماعت کے افراد میں سید روشن علی وغیرہ نے اجمیر میں سید طاہر مشہدی نے کھاٹو میں، سید انس مشہدی نے ڈیڈوانہ میں اور حمید الدین ریحانی نے ناگور میں قیام فرمایا تھا[1] ایک صدی بعد ۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر تشریف لائے[2] خواجہ صاحب کی تشریف آوری کو حقیقت میں اس صوبے میں فارسی شعر و ادب کے آغاز کا سنگ بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے آپ صاحب تصنیف عالم اور صاحب دیوان شاعر تھے[3] آپ کے بیشتر رفقاء اجمیر ہی میں رہے اور چند حضرات قصبات ناگور (ریاست جودھپور) بیانہ (ریاست بھرت پور) تالہ (ریاست جے پور) اور دھولپور تشریف لے گئے۔ چنانچہ اجمیر میں آپ کے ہمراہ تقریباً چالیس حضرات نے قیام فرمایا صوفی حمید الدین ناگوری ناگور میں، سید معین الدین بیانہ میں خواجہ برہان الدین تالہ میں اور شرف ابدال دھول پور میں تبلیغ حق کے لیے تشریف لے گئے ان سب بزرگوں کے مزارات وہاں موجود ہیں[4]

اس سلسلہ میں صوفی حمید الدین ناگوری کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ عربی فارسی کی بہت کتابوں کے مصنف اور فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ اس زمانے کی ہندی سے بھی واقف تھے اور اس میں شعر بھی کہتے تھے[5] آپ کی اولاد اور اس سلسلہ کے بہت سے اصحاب نے ریاست جے پور، جودھپور، بیکانیر، اودے پور، اجمیر، ٹونک، کشن گڈھ اور سیکر وغیرہ کے مختلف قصبات میں تعلیمات چشتیہ کو پھیلایا[6] ان میں بہت سے اصحاب صاحب دیوان شاعر بھی ہوتے چنانچہ خواجہ نجم الدین پروانہ نے بارھویں صدی ھ کے وسط میں نہ صرف فارسی بلکہ اردو کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور اپنا دیوان بھی مرتب کیا۔[7]

صوفیائے کرام کی اس صوبے میں تشریف آوری کے ساتھ ساتھ مسلم فوجیوں کی آمد و رفت اور سلاطین کی فتوحات نے بھی فارسی زبان کی ترویج کو تقویت پہنچائی چنانچہ محمود غزنوی کے بعد ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں شہاب الدین غوری نے اجمیر کو فتح کیا اور اسی زمانے سے فوجیوں کی آمد و رفت

---

[1] سلطان التارکین۔ مرتبہ احسان الحق فاروقی ص ۴۷ [2] سوانح خواجہ معین الدین چشتی مرتبہ وحید احمد مسعود ص ۱۴۷
[3] آفتاب اجمیر۔ (جلد سوم) مرتبہ ملک بشیر احمد چشتی ص ۵۲ [4] سوانح خواجہ معین الدین چشتی مرتبہ وحید احمد مسعود ص ۱۳۰
[5] سلطان التارکین۔ مرتبہ احسان الحق فاروقی ص ۱۲۹ [6] 〃 〃 ص ۴۳۲
[7] 〃 〃 〃 ص ۴۲۸

بڑھتی رہی۔[1] سنہ ۱۲۰۸ء میں اسکو التمش نے فتح کیا۔ سنہ ۱۳۵۵ء میں اسپر محمود خلجی کا قبضہ ہوا اور سنہ ۱۴۱۱ء تک شاہان دہلی کے ممالک محروسہ میں شامل رہنے کے بعد سنہ ۱۵۳۱ء تک شاہان مالوہ کے اقتدار میں رہا سنہ ۱۵۵۶ء میں اکبر اعظم کی حکومت میں شامل ہوا اور سنہ ۱۷۱۹ء تک اجمیر سلاطین مغلیہ کے تسلط میں رہا۔[2]

اجمیر کے علاوہ چند اور مقامات بھی مسلمان حکمرانوں کے ممالک محروسہ میں شامل رہے ان میں ناگور (ریاست جودھپور) کو خصوصیت حاصل رہی ہے شروع میں التمش نے اسکو فتح کیا اور وہیں اپنی ٹکسال قائم کی۔[3] غیاث الدین بلبن کے زمانے میں بھی ناگور میں شاہی ٹکسال رہی۔ یہی قصبہ اکبر اعظم کے عہد حکومت سے سلطنت کے آخری دور تک اس حکومت کا ایک اہم جزو رہا ہے یہی وہ مقام ہے جس کو شیخ مبارک کے بزرگوں نے اپنا مسکن بنایا تھا شیخ مبارک خود بھی وہیں پیدا ہوئے تھے اور ان کے چاروں صاحبزادوں ابو الفضل، فیضی، ابو الخیر اور ابو البرکات نے بھی وہیں پرورش پائی تھی۔[4]

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ قیاس کرنا غلط نہیں کہ گیارھویں صدی عیسوی سے ہی راجستھان میں فارسی زبان کا رواج شروع ہوگیا تھا اور آہستہ آہستہ فارسی شعر و ادب کو بھی فروغ حاصل ہونے لگا تھا۔ اس کا اثر مقامی بولی پر بھی پڑا اور اس میں فارسی عربی کے الفاظ شامل ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ راجستھان کا خاصہ بڑا سرحدی حصہ علاقہ پنجاب سے ملا ہوا ہے اس کی وجہ سے دونوں صوبوں میں ہمیشہ لوگوں کی آمد و رفت رہی اور چونکہ بارھویں صدی تک پنجاب میں فارسی زبان کا خاصہ رواج ہوگیا تھا اس لئے عام لوگوں کے اس میل جول نے بھی اس خطے میں فارسی کے رواج کو مدد دی ہوگی چنانچہ راجستھان کے چارن اور بھاٹ (جو والیان ریاست کے درباری شاعر ہوتے تھے اور مقامی "ڈنگل" اور "پنگل" بولیوں میں گاتھائیں (نظمیں) کہتے تھے جو عموماً رزمیہ ہوتی تھیں انہی کی وجہ سے ہندی ادب کا وہ دور "ویرگاتھا کال" کے نام سے منسوب ہوا اپنی گاتھاؤں (نظموں) میں عربی فارسی زبان کے الفاظ بھی استعمال کرنے لگے تھے۔[5]

---

[1] سوانح خواجہ معین الدین چشتی مرتبہ وحید احمد مسعود صفحہ ۱۵۵ [2] تاریخ اجمیر مرتبہ پنڈت مہاراج کشن صفحہ ۱۲۲

[3] سلطان التارکین مرتبہ احسان الحسن فاروقی صفحہ ۵

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۷۸ [5] ہندی کاویہ شیلیوں کا وکاس (ہندی) صفحہ ۱۹

اس سلسلہ میں تاریخ و تصنیف کی اصلیت سے قطع نظر جو سب سے قدیم "گاتھا" بتائی جاتی ہے وہ نرپت لال کی نظم "بیسل دیو راسو" ہے۔ بیسل دیو بارھویں صدی عیسوی کے وسط میں اجمیر کا راجہ تھا اور نرپت لال اس کا درباری شاعر۔ اس نے مذکورہ نظم میں بیسل دیو کی ایک عشقیہ داستان بیان کی ہے [۱]۔ اس نظم میں کلاہ، قبا، نیزہ، قسمت اور تازیانہ وغیرہ فارسی عربی الفاظ موجود ہیں [۲]۔

بیسل دیو راسو کے بعد چند بردائی کی مشہور نظم "پرتھوی راج راسو" کا نام لیا جاتا ہے جس کے لیے عام طور پر مشہور ہے کہ وہ ۱۱۹۱ء کی تصنیف ہے اس میں بھی فارسی کے الفاظ موجود ہیں [۳]۔ چندر بردائی نے اس نظم میں اپنے ممدوح پرتھوی راج کی شجاعت کے کارنامے بیان کئے ہیں [۴]۔

گاتھاؤں میں فارسی زبان کے الفاظ کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔ قدیم گاتھاؤں میں یہ الفاظ بگڑی ہوئی شکل میں نظر آتے ہیں مگر آہستہ آہستہ اس کی صحت کا بھی خیال رکھا جانے لگا چنانچہ انیسویں صدی کے شاعر امر دان کوی متوفی ۱۹۰۲ء نے اپنی ایک طویل نظم بعنوان "راٹھوڑ درگاداس ری اورنگ جیب (اورنگ زیب) نے آرجی (عرضی)" (رائے درگاداس کی اورنگ زیب کو عرضی) میں قدما کا اتباع کرتے ہوئے بے تکلف فارسی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان الفاظ میں نسبتاً زیادہ صحت و صفائی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر اس نظم کی چند سطور حسب ذیل ہیں [۵]

آداب عرض امیدوار	आदाब अर्ज उम्मीदवार
پرورش کرتا ہے پروردگار	परवरिश करेहु परवरदिगार
بندگی کرتا ہے مہربان	बन्दगी करेहु मेहरबान
زندگی بخش قبلہ جہان	जिन्दगी बख़्श कब्ले जहान

چارنوں اور بھاٹوں کے علاوہ اس خطے میں ہندو بھگتوں نے بھی اپنے بھجنوں میں فارسی الفاظ سے کام لیا ہے مثلاً میرابائی کے بھجنوں میں ایسے الفاظ موجود ہیں [۶]۔ اس طرح مقامی

---

[۱] ہندوؤں میں اردو مصنفہ رفیق مارہروی [۲] "راجستھان سبد کوش" (ہندی) ناشر ساد ھنا پریس جودھپور ص ۹۹
[۳] (الف) ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ مرتبہ ڈاکٹر عبداللہ ص ۵ (ب) ڈاکٹر دین بہاری ترویدی نے اپنی تصنیف "چندر بردائی اور ان کا کاویہ" (ص ۳۱۳ تا ۳۴۶) میں پرتھوی راج راسو میں مستعمل فارسی عربی الفاظ کی تفصیلی فہرست درج کی ہے۔ [۴] کرنل ٹاڈ نے تاریخ راجستھان میں تسلیم کیا ہے کہ اس کتاب میں پرتھوی راج کے حالات درج ہیں (اردو ترجمہ تاریخ ٹاڈ جلد اوّل ص ۶) لیکن پروفیسر محمود شیرانی نے اس کتاب کی تاریخی اصلیت سے انکار کیا ہے "پرتھوی راج راسو" مرتبہ پروفیسر شیرانی ص ۶ [۵] امر دان کوی (ہندی) مرتبہ جگدیش سنگھ گہلوت ص ۲۱۸
[۶] میرابائی (ہندی) مرتبہ [illegible] ص ۵۷

بولی کی نظموں میں فارسی زبان کے الفاظ استعمال ہونے کے باعث اس زبان سے مغایرت دور ہونے میں مدد ملی۔

یہاں اس امر کی وضاحت غیر مناسب نہ ہوگی کہ راجستھان کے مختلف علاقوں میں جو بولیاں بولی جاتی ہیں ان میں میواڑی، مارواڑی، میواتی، ہاڑوتی اور ڈھونڈھاری وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں اور ان سب کے مجموعہ کا نام "راجستھانی" ہے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان مختلف ناموں سے منسوب بولیوں میں سے کس بولی پر فارسی کا زیادہ اثر ہے لیکن یہ کہنے میں تامل نہیں کیا جا سکتا کہ مجموعی حیثیت سے "راجستھانی" میں فارسی الفاظ کا خاصہ ذخیرہ شامل ہے۔ اس کا ایک بڑا ثبوت آل انڈیا ریڈیو کے جے پور اسٹیشن سے "راجستھانی" میں نشر ہونے والی خبروں کی زبان سے ملتا ہے جس میں فارسی کے بعض الفاظ بے تکلف استعمال ہوتے ہیں۔

غرض اس خطے میں غیر مسلم حضرات کے ذریعہ فارسی زبان کی ترویج کے سلسلہ میں شروع میں مقامی بولیوں میں فارسی زبان کے الفاظ کا استعمال کیا گیا اور آہستہ آہستہ فارسی شعر و ادب کی جانب توجہ کی جانے لگی اور ان حضرات نے فارسی نظم و نثر کے ادبی ذخیرہ میں ایسی گرانمایہ تخلیقات کا اضافہ کیا جس پر راجستھان فخر کر سکتا ہے۔ راجستھان کے غیر مسلم شعراء نے فارسی کے دواوین بھی مرتب کیے اور مختلف موضوعات پر نثر میں کتابیں بھی تصنیف و تالیف کیں۔ راجستھان میں فارسی ادب کی اس ترویج کے سلسلے میں والیان ریاست اور سلاطین مغلیہ کے درمیان مراسم و قرابت داری کو بھی بڑا دخل رہا ہے یہ سلسلہ اکبر اعظم کے عہد سے شروع ہوا جس نے ۱۵۱۶ء میں آمیر کے راجہ بھارا مل کی بیٹی سے شادی کر کے اس کو عارف النساء بیگم کے خطاب سے نوازا تھا [۱] جن کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے۔

سلاطین مغلیہ اور والیان ریاست کے درمیان قرابت داری کا یہ سلسلہ فرخ سیر کے عہد تک قائم رہا جس کی شادی مہاراجہ اجیت سنگھ والیٔ جودھپور کی دختر سے ہوئی تھی [۲]۔ راجپوت راجکماریوں کے بطن سے پیدا ہونے والے شہزادے ہندوستان کے تاج و تخت کے وارث و مالک بنے چنانچہ سلیم الدین جہانگیر کی والدہ جودھا بائی جودھپور کے راجہ مالدیو کی دختر تھی جس کو

---

[۱] وقائع راجپوتانہ مرتبہ جوالا سہائے ماتھر (جلد اول) صہ ۶۱۹

[۲] امرائے ہنود" مرتبہ محمد سعید، مارہروی صہ ۴۷۶

شادی کے بعد اکبر اعظم نے "راحت جان" کے خطاب سے نوازا تھا[1] اسی طرح شہزادہ خسرو کی والدہ راجہ بھگوان داس والئ آمیر کی دختر تھی جس کو جہانگیر نے "شاہ بیگم" کا خطاب دیا تھا[2] اور شہزادہ خرم یعنی شاہجہاں کی والدہ "دید کماری" المعروف "مان متی" جودھپور کے مہاراجہ اودے سنگھ کی بیٹی تھی[3] غرض اس قرابت داری نے ایسا اتحاد دار تباط قائم کیا جس کا اثر تہذیب و تمدن، کلچر، فنون لطیفہ اور زبان و ادب پر بھی پڑا۔ اور سلاطین مغلیہ اور والیان ریاست ایک دوسرے سے قریب ہوتے گئے والیان ریاست اپنی لیاقت اور حیثیت کے مطابق شاہی مناصب و مراتب پر مامور ہوئے اور ان کو اعلیٰ خطابات والقابات سے نوازا گیا مثال کے طور پر مہاراجگان آمیر میں سے مہاراجہ مان سنگھ کو اکبر اعظم نے[4] مہاراجہ بھاؤ سنگھ کو جہانگیر نے[5] اور مہاراجہ جے سنگھ اول کو شاہجہاں نے "مرزا راجہ" کے خطابات سے نوازا۔ یہ سلسلہ محمد شاہ کے عہد تک چلتا رہا فرخ سیر نے مہاراجہ جے سنگھ دوم والئ جے پور کو "راج ادھیراج"[6] اور محمد شاہ نے مہاراجہ ابھے سنگھ والی جودھپور کو "راج راجیشر" کے خطاب سے سرفراز کیا[7] یہی عمل دوسری ریاستوں کے حکمرانوں کے ساتھ رہا اور بہت سے امرا کو پنج ہزاری اور ہفت ہزاری منصب عطا کئے گئے۔

مذکورہ تاریخی حالات کے پیش نظر اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا کہ سلاطین مغلیہ اور والیان ریاست ہائے راجپوتانہ کے درمیان قرابت داری اور روابط کے زیر اثر اس خطے میں فارسی زبان وادب کی ترویج و اشاعت ایک فطری امر تھا۔ اس زمانے میں وابستگان دربار شاہی جن میں فارسی کے عالم و فاضل بھی ہوتے تھے مختلف ریاستوں میں پہنچے اور انہوں نے وہاں علم وادب کے چراغ روشن کئے۔ جا بجا مکاتیب اور درسگاہیں قائم کی گئیں جن میں فارسی زبان کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ والیان ریاست کے فرامین اور احکامات فارسی زبان میں لکھے جانے لگے ان کا ایک بڑا ذخیرہ اور دوسری فارسی کی دستاویزات راجستھان آرکائیز ڈپارٹمنٹ کے صدر دفتر بیکانیر میں محفوظ ہیں اور تاریخ و تحقیق کے لیے بنیادی شواہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ریاستوں کے درباروں اور سرکاری دفاتر میں فارسی کے رواج نے عام لوگوں کو بھی فارسی

---

[1] "وقائع راجپوتانہ" مرتبہ جوالا سہائے ماتھر (جلد دوم) ص ۵۸ [2] "وقائع راجستھان" مرتبہ مولانا نجم الغنی (جلد اول) ص ۲۶۹ [3] "امرائے ہنود" ص ۴۹ [4]، [5] امرائے ہنود ص ۱۴۲ و ص ۲۳۹ [6]، [7] امرائے ہنود ص ۲۵۷ و ص ۱۵۸

زبان وادب کی جانب متوجہ کیا۔ غیر مسلم حضرات بھی بلا تامل فارسی زبان پڑھ کر اس کو استعمال بھی کرنے لگے اور فارسی شعر وادب سے بھی دلچسپی لینے لگے۔

اس سلسلہ میں جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے یہاں اس حقیقت کا اظہار غیر مناسب نہ ہوگا کہ عہد اکبر میں ہندوستان کا پہلا غیر مسلم شاعر رائے منوہر داس توسنؔی تھا جس کے نام پر قصبہ منوہر پور (جو تشکیل راجستھان سے قبل ٹھکانہ شاہپورہ ریاست جے پور میں شامل تھے اور اب ضلع جے پور کا ایک قصبہ ہے) آباد کیا گیا تھا اور رائے منوہر داس کو اس کا رئیس بنایا گیا تھا۔ اکبر اعظم نے اس کو "مرزا منوہر" کے خطاب سے نوازا تھا[۱]۔ منشی لچھمی نرائن شفیق نے تذکرہ "گل رعنا" میں تحریر کیا ہے کہ :-

"آغاز سخنوراں در قلمرو ہندوستان در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ شد دراں عصر از ہندی نسباں کسے کہ زبان را با سخن آشنا کرد رائے منوہر داس توسنی است[۲]"

آگے چل کر شفیق نے لکھا ہے کہ توسنؔی کا حسب ذیل شعر مرزا صائب نے اپنی بیاض میں درج کیا تھا ؎

زاہد الکعبہ پرستی تو و ما دوست پرست
تو بایں عقل مسلمانی و ما برہمنیم

توسنؔی کا یہ شعر بھی قابل غور ہے ؎

غرض زخلقت سایہ ہمیں بود کہ کسے
بہ نور حضرت خورشید پائے خود نہ نہد

مرتب امرائے ہنود نے بھی تزک جہانگیری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جہانگیر نے بھی منوہر داس کی تعریف کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ اکبر کو بہت عزیز تھا[۴]۔

غرض عہد اکبری سے راجستھان میں فارسی شعر وادب کی ترویج کے سلسلہ میں غیر مسلم حضرات کی خدمات کا آغاز ہوا جو برابر ترقی کرتا رہا اور نہ صرف شعر وسخن بلکہ فارسی نثر کی جانب بھی

---

[۱] تذکرہ "گل رعنا" مرتبہ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی ص۳۹ تا ص۴۲ [۲] ص ۲ و ۳ ،، ،، ،،
[۴] "امرائے ہنود" مرتبہ سعید ماربردی (جلد دوم) ص۳۳۵

ان حضرات نے توجہ کی اور مختلف علمی ادبی، مذہبی واخلاقی اور تاریخی و تمدنی موضوعات پر کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف و تالیف کیں حتیٰ کہ خوش نویسی اور خطاطی پر بھی توجہ کی اور اس موضوع پر بھی قلم فرسائی کی اگر ان تمام تخلیقات کا جائزہ لیا جائے تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہوگا اور طویل مدت کی ضرورت بھی ہوگی اور وہ اسی وقت ممکن ہوگا جب راجستھان کی ان تمام ریاستوں کا فرداً فرداً جائزہ لیا جائے جہاں فارسی زبان کو فروغ حاصل ہوا وہ جائزہ ایک مستقل تحقیقی مقالہ کا حامل ہوگا جس کی تکمیل فی الوقت ممکن نہیں۔ ایسی صورت میں مختصراً بطور نمونہ راجستھان کی چند قدیم ریاستوں میں فارسی شعر و ادب کے ارتقاء اور غیر مسلم حضرات کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کی چند اہم فارسی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے۔

ریاست جے پور میں فارسی شعر و ادب کا ارتقاء

(ریاست جے پور میں فارسی شعر و ادب کے ارتقاء سے متعلق

حسب ذیل اقتباسات راقم الحروف کے پی ایچ ڈی کے مقالے بعنوان "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلموں کی خدمات" کے قلمی نسخے سے ماخوذ ہیں جو باب دوم "ریاست جے پور" کے ذیل میں ص ۴۳ تا ص ۴۶ درج ہیں)

"مہاراجگان ریاست جے پور کے مورث اعلیٰ ڈھولا رائے کچھواہہ راجپوت نے ۹۶۷ء میں "ڈھونڈھارا راج" قائم کر کے قصبہ آمیر کو اپنی ریاست کی راجدھانی بنایا تھا[1] اس کی اکیسویں پشت میں مہاراجہ بھارامل نے ۱۵۶۱ء میں اپنی لڑکی جیا رانی کی اکبر اعظم کے ساتھ شادی کر کے سلاطین مغلیہ سے قرابت پیدا کی[2]۔ اکبر اعظم نے اس کو عارف النساء بیگم کے خطاب سے نوازا تھا[3] اسی رشتہ داری نے ریاست جے پور میں فارسی زبان و ادب کو رواج دیا اور مرکزی حکومت سے مراسلت کے لیے فارسی زبان استعمال ہونے لگی۔[4] دربار شاہی میں خبر نویس اور وقائع نگار مقرر کیے جانے لگے جو وہاں کی خبریں "اخبار معلیٰ" کے نام سے فارسی میں لکھ کر بھیجتے تھے[5] اسی زمانے میں یہاں فارسی شعر و سخن کا بھی رواج ہوا چنانچہ کچھواہہ خاندان کا رئیس مرزا منوہر

---

[1] وقائع راجپوتانہ جلد اول ص ۶۱۲ [2] وقائع راجستھان جلد اول ص ۲۸۶ [3] امرائے ہنود ص ۷۷ —
[4] جائزہ زبان اردو ص ۱۰ [5] ماہنامہ زمانہ کانپور بابت ستمبر ۱۹۲۳ء ص ۱۱۷

توسنی المتوفی اسا۱۱ھ جلوس جہانگیری (جسکے نام پر اکبر نے قصبہ منوہر پو علاقہ ریاست جے پور آباد کیا تھا) ہندو قوم کا پہلا فارسی شاعر مانا جاتا ہے"۔ [۱]

"یہاں کے بعض والیان ریاست نے بھی فارسی زبان سیکھی چنانچہ مہاراجہ جے سنگھ اول (۱۶۲۲ تا ۱۶۶۸ء) علاوہ دیگر صفات کے فارسی علم وادب سے بھی متصف تھا اور ترکی و عربی بھی جانتا تھا[۲]۔ مہاراجہ مذکور کی عربی، فارسی اور ترکی زبان کی علمیت کو مصنف "امرائے ہنود" نے بھی تسلیم کیا ہے۔[۳] نیز مشہور مورخ سر جادو ناتھ سرکار نے تحریر کیا ہے کہ وہ ترکی و فارسی میں کمال مہارت رکھتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں منجملہ دوسری تصانیف کے "بوستان خیال" (فارسی) بھی لکھی گئی"۔[۴]

والیان ریاست کی دلچسپی کے باعث یہاں فارسی زبان کو نمایاں ترقی ملی۔ عوام بھی دلچسپی لینے لگے اور سرکاری دفاتر میں بھی اس کا عام طور پر استعمال ہونے لگا چنانچہ مولانا عبدالحق نے تحریر کیا ہے کہ

"جے پور میں ابتداً تمام ہندوستان کی طرح فارسی زبان دفتروں میں رائج تھی"[۵]

مہاراجہ جے سنگھ دوم (۱۷۰۰ء تا ۱۷۴۳ء) جس نے ۱۷۲۷ء میں اپنے نام پر شہر جے پور آباد کر کے اسے اپنی ریاست کی نئی راجدھانی بنایا تھا۔[۶] علمی قدر دانی میں مشہور ہے مصنف "تذکرہ شعرائے جے پور" نے اس کی بابت تحریر کیا ہے کہ:۔

"اس رئیس کے ملکی و سیاسی کارناموں سے قطع نظر محض علمی وفنی کارناموں میں کتاب "گلپدرم" اور "جے سنگھ نوگن" اس کا ذاتی کتب خانہ اور خود اس کے خطوط بنام رڈسائے ہم عصر اس کے علم و فضل کی بین دلیل ہیں"[۷]

"خان بہادر الطاف احمد خیری کا بیان ہے کہ

مہاراجہ موصوف کے زمانے کی چند فارسی تصانیف کے نام بھی تاریخ میں محفوظ ہیں مثلاً"

---

[۱] "ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ" مرتبہ ڈاکٹر عبداللہ صفحہ ۵۸ [۲] جائزہ زبان اردو صفحہ ۱۱
[۳] امرائے ہنود صفحہ ۱۲۲ [۴] روداد کل راجستھان اردو کنونیشن جے پور بابت ۱۹۵۳ء مرتبہ مولانا شاغل صفحہ ۲۱
[۵] "ریاست جے پور اور اردو زبان" مرتبہ مولانا عبدالحق صفحہ ۳ [۶] اخبار "وطن" دہلی جشن تخت نشینی مہاراجہ مان سنگھ والئی جے پور کا خصوصی نمبر بابت ۱۴ مارچ ۱۹۲۱ء صفحہ ۳ [۷] تذکرہ شعرائے جے پور مرتبہ مولانا شاغل صفحہ ۱۲

منتہی الادراک اور نسخہ نجوم وغیرہ" [۱]

"مصنف گلدستۂ سرور نے تحریر کیا ہے :-

"اٹھارویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں طوائف الملوکی اور بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور علم کا بازار سرد پڑ گیا تھا مگر مہاراجہ جے سنگھ کا دربار ایسا تھا جس میں ہر طرح کے پنڈت، عالم ادیب اور شاعر عزت و امن سے رہتے تھے" [۲]

ان واقعات سے ثابت ہے کہ فارسی زبان وادب سے عام دلچسپی پیدا ہو چکی تھی اور اس میں مسلم و غیر مسلم برابر کے شریک تھے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ (۱۷۷۸ء تا ۱۸۰۴ء) نے اگرچہ ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کر کے سلاطین مغلیہ سے جو روابط و تعلقات تھے ان کو ختم کر دیا تھا [۳] تاہم فارسی اثرات عرصہ تک جے پور میں قائم رہے۔ البتہ اس عہد سے ریاست جے پور میں اردو زبان و ادب کا رواج بھی شروع ہو گیا تھا۔ مہاراجہ مذکور کو بھی علم وادب سے گہرا لگاؤ پیدا ہو گیا وہ "برج ندھی" کے نام سے ہندی میں شعر کہتا تھا اس نے "ریختہ" [۴] میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ جو اس کے مطبوعہ مجموعہ کلام برج ندھی گرنتھاؤلی میں موجود ہے۔

"مہاراجہ مذکور کے دربار کے بعض کوی ریختہ کی طرز پر ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ ان میں رس رام اور رس پنج وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ گویے بھی ریختہ گاتے تھے اور خود مہاراجہ پرتاب سنگھ نے بھی ریختہ کہے ہیں [۵] مہاراجہ مذکور کے ایک درباری شاعر رس راشی کے مجموعہ کلام "عشق دریا" (قلمی) میں بھی فارسی آمیز زبان نظر آتی ہے"۔ [۶]

علمی و ادبی اعتبار سے ریاست جے پور میں مہاراجہ پرتاب سنگھ کا زمانہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی زمانے میں مولانا ضیاء الدینؒ جے پور تشریف لائے اور اپنا مدرسہ قائم فرمایا جو آج بھی مولانا صاحب کے مدرسہ کے نام سے جے پور میں موسوم ہے مولانا موصوف

---

[۱] روداد کل راجستھان اردو کونفیشن جے پور بابت ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۱ [۲] گلدستۂ سرور مرتبہ شیو نرائن سکسینہ صفحہ ۱۲

[۳] ترجمہ عہد نامہ جات (ایچ سن ٹریٹیز) جلد چہارم مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۶ء صفحہ ۳۲

[۴] اس زمانہ میں لفظ "ریختہ" سے مراد مخصوص صنف سخن ہوتی تھی ایسا ہی برج ندھی نے بھی کہا ہے "برج ندھی گرنتھاؤلی" مرتبہ ہری نرائن شرما صفحہ ۸ [۵] برج ندھی گرنتھاؤلی صفحہ ۱۹

[۶] "عشق دریا" کا اصل نسخہ راجستھان اورینٹل انسٹی ٹیوٹ جودھپور میں موجود ہے

زبردست صوفی اور صاحب تصنیف عالم تھے آپ کا وصال جے پور ہی میں ہوا تھا۔[۱]

اسی طرح جے پور کے دوسرے صوفی بزرگ حضرت مسکین شاہ صاحبؒ صاحبِ تصنیف عالم تھے۔[۲] بزرگان دین سے قطع نظر اٹھارویں صدی کے اختتام اور انیسویں صدی کے اوائل سے جے پور میں اردو شعر و سخن کے اثرات بھی نظر آنے لگے۔ (جس کی تفصیلات راقم کے مذکورہ مقالے میں درج ہیں)۔

مہاراجہ رام سنگھ دوم (۱۸۳۵ تا ۱۸۸۰ء) کا عہد آتے آتے ریاست کے دفاتر میں فارسی کی جگہ اردو میں کام ہونے لگا تھا[۳] اور اردو کی ترویج و اشاعت بڑھنے لگی تھی خصوصاً اس لئے بھی کہ ریاست میں اردو کے علماء و فضلا اور شعراء تلاش معاش میں جے آنے لگے تھے۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم نام مولانا محمد رشید الدین فائز نارنولی کا سامنے آتا ہے جن کو ۱۸۴۵ء کے قریب مہاراجہ رام سنگھ نے بلوا کر تعظیمی مدرسہ میں فارسی عربی کے مدرس اعلیٰ کے عہدے پر فائز کیا تھا۔ اسی زمانے میں تعظیمی مدرسہ جے پور میں قائم ہوا تھا جو جے پور کالج کے نام سے مشہور تھا[۴] مولانا موصوف عربی فارسی کے متبحر عالم تھے اردو اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ مولانا کا تفصیلی حال اور ان کی تصانیف کا ذکر تذکرہ شعرائے جے پور میں درج ہے۔[۵] اس ضمن میں مولانا فائز کے بعد دوسرا اہم نام مولانا ابوالبیان حافظ محمد سلیم الدین تسلیم کا پیش کیا جا سکتا ہے جو مولانا فائز کے بھانجے اور شاگرد تھے وہ بھی نارنول سے تشریف لائے تھے اور انکو مولانا فائز کے بعد مدرسہ تعظیمی میں فارسی عربی کا مدرس اعلیٰ مامور کیا تھا۔ مولانا تسلیم عربی، فارسی اور اردو کے زبردست عالم و فاضل اور شاعر تھے۔ تذکرہ شعرائے جے پور میں موصوف کا تفصیلی حال درج ہے جس میں آپ کی تقریباً کل تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے۔[۶] ان میں ۳۲ کتابیں فارسی نظم و نثر کی ہیں۔

مولانا رشید الدین فائز اور مولانا سلیم الدین تسلیم کا ذکر اس لیے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ

---

[۱] مولانا ضیاء الدینؒ کی درگاہ چہار دروازے باہر جے پور میں مرجع خلائق ہے آپ کی فارسی تصانیف مخطوطات آپ کی درگاہ کے متولی جناب محمود میاں صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ [۲] حضرت مسکین شاہ صاحبؒ کی درگاہ گھاٹ دروازے باہر جے پور میں مرجع خلائق ہے آپ کی فارسی تصانیف کے مخطوطات آپ کی درگاہ کے متولی جناب اکرام الحق شاہ صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ [۳] ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں مرتبہ محمد عتیق صدیقی ص ۲۶۴ [۴] تذکرہ شعرائے جے پور ص ۳ [۵] تذکرہ شعرائے جے پور ص ۳۴۹ (مولانا فائز کی ایک تصنیف "ریاض رنگین" ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں طبع ہوئی تھی [۶] تذکرہ شعرائے جے پور ص ۱۳۴۔

ان بزرگوں سے جے پور میں جن حضرات نے فیض علم حاصل کیا اور اصلاح سخن لی ان میں جے پور کے غیر مسلم صاحب تصنیف علماء فضلاء اور شعرا بھی شامل تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جے پور میں فارسی اور اردو تعلیم کی ترویج اور خصوصاً غیر مسلم حضرات میں اس کا رواج ان بزرگوں کا مرہون منت ہے مثال کے طور پر (۱) منشی پنا لال تبھار گو ناظم وعنی جن کی اردو میں بہت سی تصانیف موجود ہیں انھوں نے مولانا رشید الدین فائز سے فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور کسی قدر عربی بھی پڑھی تھی ا؎۔ مولانا فائز ہی کے فیض تربیت سے ان کا مذاق سخن پروان چڑھا تھا۔

منشی صاحب کو فن خطاطی میں کمال حاصل تھا انہوں نے میر پنجہ کش دہلوی کے شاگرد منشی بہاری لال سے خوش نویسی کی اصلاح لی تھی اور مشق کر کے ایسا کمال حاصل کیا تھا خود خط وخطاطی کے استاد تسلیم کئے گئے۔ بقول مرتب تذکرہ شعرائے جے پور ان کا کمال یہ تھا کہ بلا مسطر وجدول برداشتہ قلم لکھتے تھے ۲؎

مولانا شاغل نے اپنی تصنیف "صحیفۂ خوش نویساں" میں تحریر کیا ہے کہ "منشی پنا لال کو قائمی کرسی کا بڑا ملکہ تھا بہت سے لوگوں نے ان سے جے پور میں استفادہ کیا۔ ۳؎

منشی صاحب کو فارسی اور اردو زبان پر قدرت حاصل تھی۔ دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اردو میں ان کی حسب ذیل تصانیف موجود ہیں۔

(۱) مظہر المعرفت:۔ منظوم سوانح عمری سوامی چرنداس جی۔ مطبوعہ مطبع سراج الفیض جے پور ۱۹۰۹ء

(۲) قواعد صرف ونحو منظوم۔ اس میں فارسی قواعد کو نظم کی صورت میں پیش کیا ہے مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ ۱۹۱۳ء

(۳) سریمد بھگوت گیتا (منظوم) مطبوعہ دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۱۷ء

(۴) جوتش پرکاش (حصہ اول تا سوم) مطبوعہ ہیرالال پریس جے پور

اس کتاب کا موضوع علم نجوم ہے اس کے تین حصے مطبوعہ موجود ہیں چوتھے حصے کا حوالہ ضرور ملتا ہے مگر غالباً وہ شائع نہ ہو سکا۔

منشی پنا لال کی کوئی مستقل فارسی تصنیف تو فراہم نہ ہو سکی مگر فارسی کی علمیت سے انکار نہیں

۱؎ ۲؎ } تذکرہ شعرائے جے پور ص ۲۸۶ ۳؎ صحیفۂ خوش نویسان ص ۹۶

کیا جاسکتا جس کا اثر ان کی اور تصانیف میں نظر آتا ہے اور فارسی کلام بھی ملتا ہے۔

(۲) منشی ہیرالال مونس نے بھی فارسی، عربی صرف ونحو اور منطق مولانا فائز ہی سے پڑھی اور ان ہی سے اصلاحِ سخن بھی لی۔ مونس منشی پنالال کے چھوٹے بھائی تھے انہوں نے اپنے حالات اپنی تصنیف "طغرا ہائے نستعلیق" مطبوعہ مطبع سراج الفیض جے پور میں خود تحریر کیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے خوشنویسی کی اصلاح منشی ہیرالال سے لی تھی اور سرکاری مدرسہ میں درسی تعلیم کے ساتھ خوشنویسی بھی سکھاتے تھے [۱] خوشنویسی میں ان کو کمال حاصل تھا خط نستعلیق وشفیعہ کے علاوہ خط توام، خط معکوس، خط گلزار، خط غبار، خط ماہی، نستعلیق اور خط طغرا بہت خوب لکھتے تھے نیز نقاشی و گل کاری میں انکو مہارت تامہ حاصل تھی [۲]

منشی ہیرالال نے "طغرہائے نستعلیق" کے نام سے فن خطاطی کے نمونوں کا ایک مجموعہ مرتب کر کے $\frac{18\times22}{2}$ سائز پر اپنے مطبع سراج الفیض جے پور میں طبع کر کے ۱۸۸۹ء میں شائع کیا تھا اس میں کل ۳۸ طغرے بخط نستعلیق ہیں۔ تصاویر کے گرد اُن کے نام خط مقابل میں تحریر کئے ہیں چند ضرب الامثال کے طغرے ہیں مثلاً "نام بلند بہ از بام بلند۔ کار امروز بفردا مگذار۔ ہنر بہتر از ملک ومال پدر۔ گر قبول افتذ زہے عز وشرف وغیرہ۔ [۳]

منشی ہیرالال نے "طغرہائے نستعلیق" کی طرز پر ہندی میں ایسے ہی طغرے تیار کئے اور ان کا ایک مجموعہ "وچتر چنتامنی" کے نام سے مرتب کر کے ۱۸۹۱ء میں اپنے پریس سے شائع کیا۔ اس کا دیباچہ اردو میں ہے "چتر چنتامنی" کا ایک نسخہ راقم نے صاحبزادہ شوکت علی خاں صاحب ڈائرکٹر عربی پرشین انسٹی ٹیوٹ کی خدمت میں انسٹی ٹیوٹ کے لیے پیش کر دیا ہے)

منشی صاحب نہ صرف خوشنویس بلکہ کاتب بھی تھے انہوں نے مطبع سراج الفیض کے نام سے جے پور میں ایک مطبع قائم کیا تھا جو ہیرالال پریس کے نام سے موسوم تھا۔ اس مطبع میں کتابت کا کام وہ خود کرتے تھے جے پور کی اردو فارسی کی بیشتر کتابیں اسی پریس کی چھپی ہوئی ہیں۔ یہ مطبع ۱۸۸۷ء میں قائم ہوا تھا اور ۱۹۳۲ء تک جاری رہا۔ [۴]

---

[۱] طغرا ہائے نستعلیق صا و ۲ [۲] تذکرہ شعرائے جے پور صـ۲۴۲
[۳] طغرا ہائے نستعلیق کا ایک نسخہ مولانا آزاد لائبریری علیگڑھ میں محفوظ ہے [۴] اس پریس میں ۱۹۳۲ء میں چھپا ہوا ریاست جے پور کا نقشہ قانون شہادت کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند میں محفوظ ہے۔

منشی صاحب اردو فارسی کے شاعر اور مختلف کتابوں کے مصنف بھی تھے چنانچہ ان کی حسب ذیل فارسی کی کتابیں موجود ہیں :۔

۱۔ اقوال صوفیہ کتاب پر سنہ طباعت درج نہیں ہے اس میں بزرگان دین کے اقوال درج کئے ہیں۔ یہ مجموعہ مطبع سراج الفیض میں چھپا تھا۔

۲۔ کتھا سمبودھنی ۔ فارسی ترجمہ بھگوت گیتا۔ تحریر شدہ سنہ ۱۸۷۲ء [۱]

۳۔ رسالہ ہیئت ۔ تحریری سنہ ۱۸۷۷ء

۴۔ سر اکبر (تدوین و ترجمہ) "سرّ اکبر" مرتبہ شہزادہ دارا شکوہ

منشی صاحب کا یہ ایک بڑا کارنامہ ہے جس کے لئے منشی پنالال بھارگو نے لکھا ہے کہ ۔

"تقریباً" تین سو برس پہلے بادشاہ زادہ عرفان پناہ، حقائق پژدہ، سکندر شوکت، دارا شکوہ نے بمقام بنارس ماہران وید و اپنشد کی امداد سے "اپنشد" کا نہایت سلیس اردو فصیح زبان فارسی میں ترجمہ کیا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔ اس مجموعہ کا نام "سرّ اکبر" رکھا گیا تھا اور اس کارروائی میں نہ تعصب سے کوئی مطلب تھا نہ کسی غرض سے کام رکھا گیا تھا۔" [۲]

"سرّ اکبر" کی طرز عبارت پر سنسکرت کے مشہور عالم سوامی نیلکنٹھ آشرم نے کہا تھا "سنسکرت سے اس طرح پر یہ مطالب کوئی نہیں سمجھا سکتا تھا اور ان دقیق مسائل کو اس آسانی کے ساتھ بیان میں نہیں لا سکتا تھا۔" [۳]

"سرّ اکبر" کے صرف چار نسخے مرتب ہوئے تھے جن کو دست برد زمانہ کا شکار تصور کیا جاتا تھا مگر اتفاق سے ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ نسخہ منشی ہیرالال کو دستیاب ہو گیا تو انہوں نے بڑی کوشش سے دوسرا نسخہ حاصل کر کے دونوں کی مدد سے اس کو ترتیب دیا اور اپنے علمی، اخلاقی اور نیم مذہبی

---

[۱] اصل نسخہ عربی فارسی انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں موجود ہے [۲] "سرّ اکبر" مرتبہ منشی ہیرلال مطبوعہ ہیرالال پریس جے پور ص ۱۲۱ تا ص ۱۲۳ [۳] "سر اکبر" جلد سوم ص ۱۲۱ تا ص ۱۲۳

ہفتہ وار رسالے "دھرم تتو پر بودھنی" [1] جے پور میں ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۱ء تک بالاقساط شائع کیا آخر میں بعض شائقین کی فرمائش پر اس کا اردو ترجمہ بھی بالاقساط شائع کرنا شروع کیا تھا مگر وہ مکمل نہ ہو سکا۔

مذکورہ فارسی تصانیف کے علاوہ ان کی اردو میں بھی حسب ذیل تصانیف ہیں:۔

دھرم کرم نشٹھا والے بھگتوں کی کتھا (منظوم) مطبوعہ مطبع سراج الفیض جے پور ۱۹۰۸ء

یاترا درپن (سفرنامہ مقدس مقامات ہنود) مطبوعہ سراج الفیض جے پور ۱۹۰۸ء

اٹھ کھٹ ردپ مکٹ اردو رسم الخط میں سری چرنداس جی کے دوہوں اور بھجنوں کا مجموعہ مطبوعہ ہیرالال پریس ۱۸۹۷ء

غرض منشی ہیرالال مونس کا نام جے پور کی ادبی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ منشی ہردیو پرشاد حیرت نے بھی مولانا فائز سے تعلیم حاصل کر کے فارسی میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا اردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔ تصوف کے موضوع پر ایک کتاب "مثنوی حیرت" کے نام سے تصنیف کی تھی۔ [2]

(۴) منشی منارام ملتفی۔ مولانا فائز کے شاگرد تھے اردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔ فن تاریخ گوئی میں میر محمد علی جویا سے استفادہ کیا تھا۔ اور اس فن میں ان کو کمال حاصل تھا۔ اس زمانے کے مصنفین کی بیشتر تصانیف میں آپ کے تاریخی قطعات موجود ہیں۔

(۵) منشی کندن لال منشی۔ مولانا فائز کے شاگرد تھے اور فن تاریخ گوئی میں میر محمد علی جویا سے اصلاح لیتے تھے۔ [3] منشی صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ "فرحت الشعراء" کی تدوین ہے ۱۲۹۰ھ

"فرحت الشعراء" جے پور کی اولین بزم ادب کے زیر اہتمام ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۳ء تک منعقدہ ۲۵ طرحی مشاعروں کا مجموعہ ہے جس میں ۲۶ شعراء کی غزلیات شامل ہیں۔ اس مجموعے کے بارے میں خداداد مونس صاحب نے اپنے طویل تحقیقی مضمون بعنوان راجستھان کا اولین گلدستۂ سخن

---

[1] منشی ہیرالال نے "دھرم تتو پر بودھنی" کے نام سے ایک ہفتہ وار رسالہ جے پور سے ۱۹۰۸ء میں جاری کیا تھا جو ۱۹۱۱ء تک جاری رہا یہ رسالہ ہیرالال پریس جے پور میں ہی چھپا تھا اور خود منشی صاحب اس کی کتابت کرتے تھے اسی میں "سر اکبر" کو بالاقساط شائع کیا گیا تھا جنکو بعد میں یکجا کر کے تین حصوں پر مشتمل کتابی صورت دی گئی لہٰذا اس کی چند اقساط راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اور مکمل اجزا سری سمتی لائبریری جے پور میں محفوظ ہیں۔ [2] تذکرہ شعرائے جے پور ص ۲۲۴

[3] تذکرہ شعرائے جے پور ص ۵۱

فرحت الشعرا[1] میں تحریر کیا ہے کہ۔

"۱۸۷۲ء میں مولانا تسلیم کی صدارت میں پہلی بزم ادب قائم کی گئی جس میں مولانا تسلیم کے تلامذہ خواجہ تاش اور دہلی کے ایسے شعرا بھی شامل تھے جو اس زمانے تک جے پور پہنچ چکے تھے۔ ان میں شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد مرزا عباس بیگ المعروف "میر عباس چنچل دہلوی" اور امام بخش صہبائی کے شاگرد مرزا محمد بیگ محوی کے نام قابل ذکر ہیں"۔

"اسی بزم کے زیر اہتمام ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء سے ۱۸۷۴ء تک منعقدہ ۲۵ طرحی مشاعروں کا مجموعہ فرحت الشعرا کے نام سے منشی کندن لال منشی نے مرتب و مدون کیا تھا جو خود بھی ان مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ راجستھان کی ادبی تاریخ میں شعری مجموعہ کے اعتبار سے یہ گلدستۂ سخن اولین حیثیت کا حامل ہے۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق اس سے زیادہ قدیم کوئی شعری مجموعہ دستیاب نہیں ہوسکا اس لئے اس کی اولیت تسلیم کی جا سکتی ہے"۔

"اسی مجموعے سے جہاں ایک طرف جے پور کی اس دور کی ادبی سرگرمیوں کے ساتھ شعرا کے رنگ سخن کا پتہ چلتا ہے وہاں دوسری جانب اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ جے پور میں اردو زبان و ادب کے فروغ اور ارتقا میں بلا تفریق مذہب و ملت ہر طبقہ کے ارباب ذوق شروع سے ہی حصہ لیتے رہے ہیں چنانچہ اس گلدستۂ سخن میں منشی بنا لال غنی، منشی مسارام ہاتفی، منشی کندن لال منشی تلامذۂ رشید الدین فائز اور منشی چھیتر مل مجبور، منشی موہن لال لطف اور منشی شیام لال طالب تلامذۂ مولانا تسلیم کے نام بھی شامل ہیں"[2]

اس مجموعے میں جن شعرا کا کلام شامل ہے وہ صرف اردو ہی کے شاعر نہیں تھے بلکہ فارسی میں شعر بھی کہتے تھے اور ان میں سے بعض حضرات کی فارسی نظم و نثر میں تخلیقات موجود ہیں جیسا کہ صفحات بالا سے واضح ہوتا ہے۔

---

[1] خداد مونس صاحب کا مضمون بعنوان "راجستھان کا اولین گلدستۂ سخن۔ فرحت الشعرا" سہ ماہی رسالہ "نخلستان" جے پور کے حسب ذیل شماروں میں تین قسطوں میں شائع ہوا ہے:۔

(۱) جلد اول شمارہ ۱ و ۲ بابت اپریل تا ستمبر ۱۹۸۰ء

(۲) " " ۳ و ۴ " اکتوبر ۸۰ تا مارچ ۱۹۸۱ء

(۳) جلد دوم " ۱ " اپریل تا جون ۱۹۸۱ء

[2] "نخلستان" جلد اول شمارہ ۱ و ۲ صفحہ ۶۴

مولانا رشید الدین فائز کے علاوہ مولانا سلیم الدین تسلیم کے جن غیر مسلم تلامذہ کا ذکر جناب خداداد مونس صاحب کے مضمون ـــ مذکورہ بالا کے اقتباس میں کیا گیا ہے ان شعراء کے معاصرین میں حسب ذیل شعرا کے نام بھی قابل ذکر ہیں

پنڈت شیوناتھ چک کیف ـ مصنف ـ (فارسی نظم) مناجات کیف ـ مطبوعہ ـ بالچند پریس جے پور ۱۸۹۸ء

〃 دیوان کیف ـ مطبوعہ بالچند پریس جے پور ۱۹۰۷ء

سردار لکا سنگھ درویش ـ مصنف تحفۂ درویش ـ مطبوعہ متھرا پریس متھرا ۱۸۹۶ء

〃 "درس درویشی" ـ مطبوعہ ہیرالال پریس ـ جے پور ۱۹۳۱ء

منشی کنہیا لال سرور ـ مصنف ـ "تشریح سر معرفت" ـ مطبوعہ دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۸۹۶ء

منشی متھرا پرشاد متھر نیش 〃 ـ "نغمۂ پریم" ـ مطبوعہ ـ جیل پریس جے پور ۱۹۱۶ء

منشی گوپی ناتھ غمگین ؎۱ 〃 "مرقع مہابھارت" ـ مطبوعہ یونین پریس دہلی ۱۹۵۰ء

منشی گوبند نرائن 〃 "انشائے گوبند نرائن" ـ مطبوعہ سراج الفیض ـ جے پور ۱۸۹۲ء

نامناسب نہ ہوگا اگر ریاست جے پور کے غیر مسلم حضرات کی فارسی شعر و ادب سے متعلق خدمات کے ذیل میں منشی رام چندر بہار گو نظر کا بھی ذکر کیا جائے ـ جن کے متعلق مصنف "تذکرہ شعرائے جے پور" نے لکھا ہے کہ ـ

> "آپ جے پور کے آخری خوشنویس ہیں انجمن ترقی اردو ہند شاخ جے پور نے آپ کو "جواہر رقم" کا خطاب دیا ہے" ؎۲

"صحیفۂ خوشنویسان" میں نظر کے متعلق لکھا ہے کہ ـ

؎۱ گوپی ناتھ غمگین کے دادا منشی رگھناتھ داس بھی فارسی کے صاحب تصنیف عالم تھے ـ ان کی ایک فارسی تصنیف "جواہر رگھناتھ" کا حوالہ "مرقع بھارت" صـ۱۷ پر درج ہے ـ مگر تفصیلات فراہم نہ ہوسکیں ـ

؎۲ تذکرہ شعرائے جے پور صـ۴۹۳

"راجستھان میں اس وقت آپ سے بہتر خوشنویس نہیں۔ علاوہ نستعلیق کے استاد ہونے کے جدول کشی، علاقہ بندی اور لوح سازی میں بھی پوری مہارت رکھتے ہیں"۔

"صحیفۂ خوشنویساں" میں نظر کی وصلیوں کے فوٹو چھپے ہوئے موجود ہیں جن سے ان کی فنکاری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔[1]

ریاست جے پور میں فارسی گو غیر مسلم شعراء و ادبا کی فہرست خاصی طویل ہے چند حضرات کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے اور کچھ حضرات کی فہرست حوالوں کے ساتھ ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ ان کے علاوہ مزید کچھ شعراء کا حوالہ راقم الحروف نے اپنے تحقیقی مقالے بعنوان "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلموں کی خدمات" کے باب دوم متعلق ریاست جے پور کے سلسلے میں درج کیا ہے۔

نمبر شمار	تخلص	نام	حوالہ مآخذ
۱	اٹل	پنڈت کشن لال	تذکرہ بہار گلشن کشمیر (جلد اول) مرتبہ جگموہن ناتھ رینہ مطبوعہ انڈین پریس الہ آباد ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱۸
۲	احقر	جگت سرن	اخبار مشیر راجستھان جے پور ۵ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۳
۳	افضل	پیارے لال	ماہنامہ جوہر سخن جے پور اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۱
۴	بھارگو	بھگوان داس	مصنف "تندرستی کا بیمہ"۔ مطبوعہ
۵	بھارگو	گنیش لال	ترجمہ۔ "رموز حکمت" مطبوعہ بالچند پریس جے پور ۱۹۱۳ء
۶	رشک	سندر لال	مصنف "عشق صنم" مطبوعہ ہیرالال پریس جے پور ۱۹۲۶ء
۷	صغیر	شیام منوہر لال	تذکرہ بہار گلشن کشمیر (جلد اول) صفحہ ۵۹۶
۸	عاشق	شیام نرائن	مصنف "شیام چراغ" مطبوعہ نجم الہند پریس مراد آباد ۱۸۸۶ء

[1] صحیفۂ خوشنویساں صفحہ ۱۰۷

نمبر شمار	تخلص	نام	حوالہ مآخذ
۹ -	فرح	کیول کشن	مصنف جلوۂ عالم نما مطبوعہ۔ سراج الفیض پریس جے پور ۱۹۱۱ء
۱۰ -	مضطر	کبیر چند	یادگار ضیغم مرتبہ عبداللہ خاں ضیغم مطبع قادری حیدرآباد ۱۸۸۵ء (ضمیمہ)
۱۱ -	مضطر	رام نرائن	مرتب یادداشت "حالات و عمارات دہلی" مخطوطہ ۱۸۰۷ء
۱۲ -	مفتون	حکیم ڈان۔ ڈی سلوا	یورپین اینڈ انڈو یورپین شعرائے اردو و فارسی (انگریزی تصنیف) مرتبہ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۴۳ء صہ ۱۵۵
۱۳ -	منیر	نرنجن ناتھ ریو	تذکرہ بہار گلشن کشمیر جلد دوم صہ ۴۴۱
۱۴ -	نظم	گوکل پرشاد	جوہر سخن بابت فروری ۱۹۱۴ء صہ ۲۲
۱۵ -	نظمی	چھوٹے لال	تذکرہ شعرائے جے پور صہ ۴۹
۱۶ -	نوا	بشن لال	ماہنامہ جوہر سخن بابت فروری ۱۹۱۴ء صہ ۲۲

مذکورہ بالا شعرار اگرچہ بنیادی طور پر اردو کے شاعر تھے مگر رسم زمانہ کے مطابق ان حضرات نے فارسی زبان کی تعلیم حاصل کی تھی اس لیے فارسی میں ان کا شعر کہنا ایک فطری بات تھی تاہم ان میں سے چند شعرار کے فارسی اشعار دستیاب نہونے کی وجہ سے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سب فارسی میں بھی شعر کہتے تھے بعض شعرار کے فارسی میں تاریخی قطعات بھی ملتے ہیں۔

ریاست ٹونک میں فارسی شعروادب کا ارتقار

نواب امیر الدولہ محمد امیر خاں بہادر بانی ریاست ٹونک نے نومبر ۱۸۱۷ء میں انگریزی حکومت سے ملکی و سیاسی عہد پیمان کے بعد ایک خود مختار حکومت قائم کی تھی [۱] اسی زمانے سے ٹونک میں اصحاب علم و فضل اور ارباب فضل و کمال آنے لگے چنانچہ

---

[۱] "دور ایام" تاریخ ٹونک مرتبہ سید علی اصغر مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۹۲۴ء صہ ۱۴

مولانا محمد عمران خاں نے ایک مضمون بعنوان "ٹونک کے قدیم مدارس اور کتب خانے" میں تحریر کیا ہے۔

"نواب امیر خاں فوجی سپہ سالار ہونے کے ساتھ ساتھ نیک خیال، علم دوست علم نواز اور مذہبی جذبات کے انسان تھے جن کے ساتھ لشکر کشی کے زمانے میں بھی علمائ و صلحا کا ایک گروہ رہا کرتا تھا اس لیے ریاست کے قیام کے بعد ہی ذی علم اور باکمال حضرات نو مولود ریاست کی طرف کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔۔۔۔

دس بیس سال کی مدت میں یہ ریاست علم و فضل، درس و تدریس اور فضل و کمال کا مرکز بن گئی تھی" [۱]

نواب امیر الدولہ کے عہد (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۴ء) میں مولوی خلیل الرحمٰن، حکیم انور علی مولوی محمد مفتی اور مولوی سعد اللہ جیسے علما [۳] فقیر محمد گویا [۴] بساون لال شاداںؔ [۵] اور منالال مشتاقؔ [۶] وغیرہ شعرا اور دیگر اہل علم بلا تفریق مذہب و ملت اس ریاست سے وابستہ ہو گئے تھے چنانچہ مرتب "فتوح الاسلام" رقمطراز ہے کہ۔

"در عہد آں عرش آشیانی (نواب امیر الدولہ) غلامی خاں متوطن گنج پورہ کار نیابت سرانجام می دادند و سیس رام و داتارام تا آخر عہد بکار نیابت می پرداختند و مہمات ریاست بانجام می رسانیدند۔ و در منشی خانہ منشی بھوانی پرشاد میر منشی بودند۔ بعد ایشاں منشی بساون لال کہ منصف امیر نامہ فارسی اند میر منشی شدند و نیز در احکام انگریزی در آغاز کار نرنجن لال بعہدہ وکالت امتیاز یافتند" [۶]

مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ٹونک میں قیام ریاست کے زمانے سے ہی فارسی زبان و ادب کی ترویج شروع ہو چکی تھی۔ سرکاری ریکارڈ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں

---

[۱] ماہنامہ "معارف" اعظم گڈھ بابت اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۴۹

[۲] " " " " " صفحہ ۱۵۰

[۳] روداد گل راجستھان اردو سمپوزیم جودھپور مرتبہ وحید اللہ خاں وحید مطبوعہ دہلی پرنٹنگ ورکس رام پور ۱۹۶۶ء صفحہ ۸۴ [۴] افتخار التواریخ (تاریخ ٹونک) مرتبہ دیبی پرشاد بشاشؔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۸۸

[۵] تذکرہ آثار الشعرائے ہنود مرتبہ دیبی پرشاد بشاشؔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۸۲ء صفحہ ۱۲۱

[۶] فتوح الاسلام (جلد دوم) مرتبہ مولانا عبد القادر (مخطوطہ) ۱۸۷۸ء دیباچہ جلد ثانی

ریاست کے دفاتر کا کام فارسی زبان ہی میں ہوتا تھا اور غیر مسلم شاعر اور ادیب بھی اس دور میں ریاست میں موجود تھے ان میں منشی بساون لال شاداںؔ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو نہ صرف فارسی کے شاعر بلکہ نثر نگار بھی تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ امیر نامہ (تاریخ ٹونک) ہے شاداں نواب امیر خاں کی شجاعانہ سرگرمیوں میں ان کے ساتھ رہتے تھے اس لیے اس میں بہت سے واقعات ان کے چشم دید ہیں [1] شاداں نے ٹونک کی یہ تاریخ فارسی زبان میں ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں لکھی تھی۔ اصل کتاب آج تک شائع نہیں ہو سکی البتہ اس کے بہت سے قلمی نسخے مرتب کیے گئے تھے اس کے انگریزی اور اردو نظم و نثر میں تراجم شائع ہو چکے ہیں ان میں ہنری پرنسپ کا انگریزی ترجمہ سب سے زیادہ مشہور ہوا جو ۱۸۳۲ء میں انگلینڈ میں چھپا تھا۔ مولانا احمد علی سیماب نے اس کا اردو ترجمہ نثر میں اور نکہت رام پوری نے اردو نظم میں کیا تھا۔

"امیر نامہ" مرتب کرنے کے انعام میں نواب صاحب نے شاداں کو جاگیر دینا چاہی مگر انہوں نے باظہار تشکر مستقل ماہانہ رقم علی الدوام نسلاً بعد نسل لینا پسند کی جو انکو ملتی رہی اس کا ذکر شاداں نے اپنی ایک طویل نظم میں اس طرح کیا ہے ؎

چو ایں نامہ من بپایاں رسید	بگوش دل آں اہل ہمت شنید
بسے شادماں گشت و گفتہ بمن	کہ اے مرد میدانِ شعر و سخن
بگو انچہ داری تمنا بسر	کہ بخشم ترا من زجاگیر و زر
بگفتم کہ اے سرورِ نامدار	ندارم زجاگیر و زر ہیچ کار
غنی ہستم از جود و احسان تو	کہ من موبمو یم ثناخوان تو
ہمیں خواہم اکنوں شوم گوشہ گیر	بیاد خدا و دعائے امیر
چو بشنید ایں حرف مارا بگوش	بفرمود از من خدا داد ہوش
بگو کے بود ایں گوارا مرا	کزیں درگہِ من تو باشی جدا
چو جاگیر و خلعت مرادر نخواست	دلم راز بند غم آزار ساخت

اس کے علاوہ ایک مستقل مثنوی بھی فارسی زبان میں نواب امیر خاں کی مدح میں

---

[1] ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ مرتبہ ڈاکٹر عبداللہ صفحہ ۵۶۴

لکھی تھی جس کا ذکر خم خانۂ جاوید میں کیا گیا ہے۔[1]

امیر نامہ کے شروع میں شاداں نے ایک نظم بطور دیباچہ تحریر کی ہے جسکے چند اشعار بطور نمونہ حسب ذیل ہیں ؎

یکے باب در شرح حالش نخست — زعہد بزرگانش کردم درست
دوم شرح حال سران دگر — کہ بودند ہم عصر آں نامور
سوم شرح احوال، بر کارزار — ز فتح و شکست و دگر کارزار
چہارم با حوال صلح و نشست — بہ تنظیم ملک و دگر بند و بست

غرض منشی بساون لال شاداں کو فارسی نظم نثر پر قدرت حاصل تھی ان کی تصنیف "امیر نامہ" تاریخی اور ادبی نقطہ نظر سے قابل قدر کارنامہ ہے۔

نواب امیر الدولہ کے بعد ان کے فرزند نواب وزیر الدولہ محمد وزیر خاں بہادر کے عہد (۱۸۳۴ء تا ۱۸۶۴ء) میں[2] علم و ادب اور شعر و سخن کی ترقی مزید ہوئی۔ چونکہ نواب کی تعلیم و تربیت لال قلعہ دہلی میں ہوئی تھی اس لیے ارباب فضل و کمال اور اصحاب تصنیف و تالیف سے ان کے قریبی تعلقات تھے جن میں غالب، مومن اور ذوق وغیرہ بھی شامل ہیں[3]۔ ان کے زمانے میں بہت سے علمی و ادبی خاندان ٹونک آکر آباد ہوئے حضرت سید احمد شہید کی شہادت کے بعد ان کے پس ماندگان یہیں آئے نیز مولانا حیدر علی رامپوری، شمس العلماء مولوی امام الدین، تاج العلماء مولوی نجف علی جھجری مولوی سراج الرحمن اور مولوی محمد حسین خان جیسے علماء و فضلا اسی دور میں ٹونک آکر سکونت پذیر ہوئے[4] ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ غدر کے بعد بہت سے اصحاب علم و کمال تو خود یہاں آئے اور بعض حضرات کو نواب صاحب نے بلوایا اس طرح ٹونک ایک علمی مرکز بن گیا اور تصنیف و تالیف نیز علم و ادب کے لحاظ سے اس کا مرتبہ راجپوتانہ میں بہت بلند ہوگیا۔ اسی علم دوستی کے باعث نواب صاحب نے علماء کی ایک جماعت مقرر کی جس نے ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء سے ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء تک متعدد کتابیں مثل تاریخ احمدیہ اور وقائع احمدی

---

[1] خم خانۂ جاوید (جلد چہارم) مرتب لالہ سری رام ص ۳۷۵

[2] دور ایام (تاریخ ٹونک) مرتبہ سید علی اصغر مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۹۲۴ء ص ۱۳۳

[3] جائزہ زبان اردو مرتبہ مولانا عبدالحق ص ۱۴۰

[4] ماہنامہ معارف اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۵۳

وغیرہ تالیف و تصنیف کیں جو سید احمد شہیدؒ کے حالات پر مشتمل ہیں خود نواب صاحب نے بھی ایک کتاب "وصایائے وزیری" کے نام سے تصنیف کی تھی جو ۱۸۶۸ء میں (مطبع محمدی، ٹونک میں چھپی تھی۔ [1]

نواب وزیرالدولہ نے مختلف علوم و فنون کی نادر و نایاب کتابیں فراہم کر کے ایک بیش بہا کتب خانہ قائم کیا تھا جس کی بیشتر کتابیں ۱۹۵۴ء میں مولانا آزاد نے خرید کر نیشنل لائبریری میں شامل کر دی تھیں۔ [2]

اسی زمانے میں منشی مصری لال منشی چنی لال ولد ہیرالال اور منشی طوطا رام وغیرہ نے بہت سی کتابوں کی نقلیں فارسی اردو تعلیم کی غرض سے کی تھیں [3] ہر کتاب کے آخر میں کاتب نے تاریخ و مقام تحریر کا مفصل ذکر بھی کیا ہے مثلاً نسخہ "دستور الصبیان" کے آخر میں لکھا ہے کہ۔

"الحمدللہ السبحان کہ نسخہ دستور الصبیان کہ از تالیف منشی نوندہ رائے راست کاتب الحروف بندۂ درگاہ احقر العباد فدوی خاکسار بندہ مخلوقات عبودیت انعقاد مصری لال ولد چنی لال بن ہیرالال متوطن بلدہ بدایوں الحال خوش باش موضع الہ داد پور پرگنہ کول ضلع علی گڈھ بعہد عملداری نواب صاحب قبلہ امیر الملک، وزیرالدولہ محمد وزیر علی خاں صاحب بہادر نصرت جنگ دام اللہ اقبالہ، بمقام چھاؤنی ٹونک بتاریخ سیزدہم شہر رمضان المبارک ۱۲۶۴ھ تحریر یافت"

اس عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نواب وزیرالدولہ کے عہد میں نہ صرف مسلم بلکہ غیر مسلم ارباب علم و فضل بھی ٹونک میں آ کر سکونت پذیر ہوئے اور یہاں رہ کر انہوں نے فارسی شعر و ادب کی خدمت

---

[1] "ٹونک کی تعلیمی تاریخ پر اجمالی نظر" مضمون مولانا سید منظور الحسن برکاتی مطبوعہ اخبار الجمعیۃ تاریخی ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۸

[2] ماہنامہ معارف بابت ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۲۴ (اس کتب خانہ کی بقیہ کتابیں آگے چل کر سعیدیہ پبلک لائبریری ٹونک کی زینت رہیں اور بعد میں مخطوطات کے اضافے کے ساتھ اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان کے ادارۂ ٹونک میں منتقل ہوئیں آج وہی ادارہ راجستھان عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک کی شکل ایک مستقل ڈائرکٹریٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور دنیائے ادب میں ایک اہمیت کا حامل ہے۔

[3] ایسی تقریباً تیس کتابیں منشی طوطا رام کے پوتے بابو دسنرت نندن اور بابو جگت نندن نے راقم الحروف کو عنایت فرمائیں تھیں جو ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء لغایت ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۷ء کے درمیان نقل کی ہوئی ہیں۔ یہ تمام کتابیں راقم الحروف نے عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں پیش کر دیں اور وہاں موجود ہیں۔

انجام دی۔

نواب وزیرالدولہ کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں بہادر کا عہد فرماں روائی (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۷ء) [۱] اگرچہ بہت مختصر تھا مگر نواب خود عالم و فاضل اور علم و ادب کے قدر دان تھے ان کے عہد میں ادب کے فروغ میں اضافہ ہوا بہت سی کتابیں ان کے عہد میں لکھی گئیں اور بہت سی مفید کتابوں کے اردو ترجمے ہوئے۔ ان کے زمانے میں ٹونک میں لکھی ہوئی چالیس کتابوں کا حوالہ مولانا محمد عمران خاں صاحب نے اپنے ایک مضمون بعنوان "فن سیرت اور نواب محمد علی خاں" میں دیا ہے [۲]۔ ان میں ایک اہم کتاب اردو زبان میں "قرۃ العیون" کے نام سے تیرہ ضخیم جلدوں میں مرتب کی گئی تھیں [۳]۔ اسی طرح ایک اور اہم کتاب "تاریخ محامد علیہ" ہے [۴]۔

نواب محمد علی خاں کے عہد میں فارسی اور اردو کے بہت سے علماء و فضلا ان کے دربار سے وابستہ تھے ان میں غیر مسلم شعراء و ادباء میں حسب ذیل حضرات کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) منشی کالکا پرشاد موجد :۔ موجد فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے اور نثر بھی لکھتے تھے انھوں نے ٹونک میں ایک لیتھو پریس قائم کیا تھا جس میں اردو فارسی زبان کی کتابیں چھپی تھیں [۵]۔ یہ کتابیں عموماً ٹونک کے مصنفین کی لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔

(۲) منشی تھن لال بہجت :۔ بہجت ۱۸۲۰ء میں ٹونک ہی میں پیدا ہوئے تھے یہیں فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی اور والئ ٹونک نواب امیر خاں کے صاحبزادے حافظ عبدالکریم خاں کی سرکار سے وابستہ ہو گئے ان ہی کے ساتھ اجمیر چلے گئے تھے اردو فارسی کے شاعر تھے اور بہت عمدہ خوشنویس بھی۔ قیام اجمیر کے زمانے میں بہت سے لوگوں نے ان سے تعلیم حاصل کی تھی اور بعض شعراء نے اصلاح سخن بھی لی تھی۔ انھوں نے اردو اور فارسی میں سری کرشن جی کی تعریف و توصیف میں قصائد لکھے تھے جو "قصائد پر فوائد" کے نام سے مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپ کر شائع

---

[۱] ماہنامہ معارف بابت ستمبر ۱۹۶۶ء ص ۲۳۳

[۲] ماہنامہ برہان دہلی بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۶۸ء

[۳] قرۃ العیون کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اسکا مکمل سیٹ عربی و فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے

[۴] اس کتاب کا اصل نسخہ مولانا محمد عمران خاں صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

[۵] تذکرہ "آثار الشعرائے ہنود" حصہ دیبی پرشاد بشاش مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۸۵ء ص ۱۲۴

ہوئے۔ ؎۱

مصنف تذکرہ "بہار سخن" نے بہجت کے لیے تحریر کیا ہے کہ وہ آخر زمانے میں اپنے فرزند دیبی پرشاد بشاش کے پاس (غالباً ۱۸۷۶ء) میں جودھپور چلے گئے تھے وہیں ۸۴ سال کی عمر میں ۱۹۰۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ انھوں نے کسی سے اصلاح سخن نہیں لی بلکہ خود ان سے بہت سے شعراء نے فیض سخن حاصل کیا ؎۲

رفیق مارہروی نے بہجت کی حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ ؎۳

(۱) فارسی اردو کے دیوان

(۲) انشائے فارسی

(۳) قصائد اردو فارسی

بہجت کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے منشی دیبی پرشاد بشاش نے ان کا دیوان مرتب کر کے ۱۹۱۱ء میں رضوی پریس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا تھا جس میں ۱۸۵ غزلیات ۱۶ قصائد ۶۸ قطعات، ایک مثنوی اور چند نظمیں ہیں۔

(۳) منشی کنج بہاری سہائے طرب:۔ طرب اس دور کے صاحب کمال شاعر تھے۔ تاریخ گوئی میں ان کو قدرت حاصل تھی۔ جس کا ثبوت ان کی تصنیف "تاریخ طرز نو" ؎۴ سے ملتا ہے یہ مجموعہ طرب نے ۱۸۶۴ء میں مرتب کیا تھا۔ اس میں نواب محمد علی خاں بہادر والئی ریاست ٹونک کے جشن سر آرائی سے متعلق تاریخی قطعات کے علاوہ ایسے تاریخی قطعات بھی ہیں جو مرتب نے ان اصحاب کی شان میں لکھے تھے جن کو جشن مذکور کے موقع پر خطابات سے نوازا گیا تھا۔ ان میں سے بیشتر قطعات میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ ممدوح کے نام کا ایک ایک لفظ

؎۱ تذکرہ "آثار الشعرائے ہنود" مرتبہ دیبی پرشاد بشاش مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۸۵ء صہ ۲۳

؎۲ تذکرہ "بہار سخن" (تذکرہ شعرائے جودھپور) مرتبہ محمد شریف الدین یکتا۔ مطبوعہ محبوب پریس حیدرآباد (سندھ) پاکستان ۱۹۵۹ء صہ ۴۱ ؎۳ "ہندوؤں میں اردو" مرتبہ رفیق مارہروی مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ صہ ۲۴۔ دیبی پرشاد بشاش (خلف بہجت) نے تذکرہ آثار الشعرائے ہنود (صہ ۲۳) میں بہجت کی حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

(۱) گنگا ساگر منظوم فارسی ترجمہ بال بھگت مطبوعہ رضوی پریس دہلی (۲) قصائد پر فوائد مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ (۳) انشائے فارسی۔ مجموعہ مکاتیب (۴) دیوان بہجت فارسی

؎۴ "تاریخ طرز نو" کا اصل مخطوطہ مولانا منظور الحسن صاحب برکاتی کے پاس موجود ہے۔

ہر مصرعہ میں شامل کیا گیا ہے اور آخری شعر میں کوئی ایک یا زائد ایسا لفظ لایا گیا ہے کہ کسی حرف یا پورے لفظ کے اعداد کے تخرجہ سے سنہ مطلوبہ حاصل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر نواب محمد علی خاں کے مدحیہ قطعے کے حسب ذیل اشعار ؎

یمیں الدولہ آں عالی خطابے	وزیر الملک در بخشش سحابے
نکو نام نکو کردار نواب	بدرگاہ محمد ہست بواب
ز الطاف علی خاں شد بہادر	بہ صولت جنگ خواں اظہر بکشور
عدو و باغی و ہم ظلم را سر	تراشیدہ ہمہ یکسر بہ خنجر
شدہ تاریخ و تازہ ہم شتابے	بنام و ہم خطاب مستطابے [1]

۱۲۸۱ھ

اس قطعہ تاریخ ("مثنوی در صنف سخن") میں یمیں الدولہ، وزیر الملک، نواب محمد علی خاں بہادر صولت جنگ کے اعداد ۲۲۵۳ میں سے سرِ عدو، باغی و ظلم (یعنی ع۔ ب۔ ظ) کے عدد ۹۷۲ خارج کرنے سے ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء اخذ ہوتا ہے اس قسم کے تین قطعات خود نواب کی مدح میں اور سولہ قطعات دوسرے لوگوں کی شان میں ہیں ان میں سے چند کافی طویل بھی ہیں۔ ایک قطعہ صنعت توشیح میں بھی ہے۔

دسمبر ۱۸۶۷ء میں ایک ناخوشگوار واقعہ کی بنا پر نواب محمد علی خاں کو انگریزی حکومت نے معزول کر کے بنارس بھیج دیا اور ان کی جگہ ان کے فرزند نواب حافظ محمد ابراہیم خاں بہادر خلیل مسند نشیں ہوئے [2] انھوں نے ۱۹۳۰ء تک (تیریسٹھ سال) بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ وہ خود صاحب دیوان شاعر تھے اور زبان و ادب اور بزم شعر و سخن اپنے کامل شباب پر پہنچ گئے تھے بسمل خیر آبادی مضطر خیر آبادی اور راسد لکھنوی جیسے شعرا ان کے دربار سے وابستہ تھے ان ہی کے زمانے میں اصغر علی آبرو تلمیذ اسد لکھنوی نے "حدیقۂ راجستھان" کے نام سے تاریخ ٹونک مرتب کی تھی جو سنہ ۱۹۰۱ء میں ستارۂ ہند پریس آگرہ میں شائع ہوئی تھی

---

[1] تاریخ طرز نو۔ مرتبہ منشی گنج نرائن طرب (مخطوطہ) ص ۳

[2] افتخار التواریخ مرتبہ دیبی پرشاد بشاش ص ۱۱

اس تاریخ میں عہد ابراہیمی کے ایک طرحی مشاعرے کی روداد "بزم خلیل" کے نام سے بطور ضمیمہ شامل ہے۔ نادم سیتاپوری نے اس کو ٹونک کا پہلا ادبی تذکرہ قرار دیا ہے[1]۔ "بزم خلیل" میں ان ۸۵ شعرا کی طرحی غزلیات شامل ہیں جو کسی نہ کسی طرح سے دربار ٹونک سے وابستہ تھے انکے علاوہ بھی اس دور کے دوسرے شعراء کا حوالہ ملتا ہے جو کسی بھی وجہ سے مذکورہ مشاعرے میں شرکت سے قاصر رہے۔ ان شعراء میں غیر مسلم حضرات بھی شامل تھے اور ان میں سے بعض شعراء عہد نواب وزیرالدولہ بہادر اور عہد نواب محمد علی خاں بہادر کی یادگار تھے۔ ان غیر مسلم شعراء دادباریں سے چند حسب ذیل ہیں:۔

(۱) پنڈت رام کرن جوشی:۔ فارسی و اردو کے علاوہ سنسکرت کے بھی بڑے عالم تھے اردو میں ان کی اہم تصنیف "تاریخ پرگنات ٹونک" ہے[2]۔ اس کتاب کے حوالے منشی دیبی پرشاد بشاش نے اپنی تاریخی تصنیف افتخار التواریخ[3] میں اور منشی جوالاسہائے نے "وقائع راجپوتانہ"[4] میں دئیے ہیں۔ جوشی فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔

(۲) منشی لچھمی نرائن آذر:۔ ان کے والد منشی ہر سکھ رائے ٹونک کے باعلم اصحاب میں شمار ہوتے تھے دربار ٹونک سے وابستہ تھے۔ مولانا احمد سعید آسعد ٹونکی سے شرف تلمذ حاصل تھا کبھی کبھی بشاش سے بھی مشورۂ سخن کر لیتے تھے[5]۔ مصنف بہار سخن نے ان کی حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے[6]

(۱) (مثنوی) گلزار نصیحت (مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

(۲) (ترجمہ) بھگوت گیتا (منظوم)

(۳) گلدستہ بھجن

(۴) دیوان آذر

---

[1] سہ ماہی رسالہ اردو ادب علی گڈھ شمارہ نمبر ۱۱ بابت ۱۹۶۲ء صہ ۲۱ [2] ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "ٹونک کی نایاب قلمی تاریخ ۔ تاریخ پرگنات ٹونک" مطبوعہ پندرہ روزہ اخبار "بشارت" جے پور بابت یکم اپریل و یکم مئی ۱۹۶۸ء [3] افتخار التواریخ مصنفہ منشی دیبی پرشاد بشاش مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۹۰۹ء

[4] وقائع راجپوتانہ مصنفہ منشی جوالاسہائے ماتھر مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۸۸۸ء

[5] تذکرہ آثار الشعرائے ہنود صہ ۳

[6] تذکرہ بہار سخن صہ ۱۴۲

(۳) برہمچاری پرم آنند زاہد۔ [1]

(۴) نانگ رام بھارگو۔ اردو فارسی کے ماہر تھے ترجمہ نگاری پر قدرت رکھتے تھے کپتان ایف ایس ینگ ہزبینڈ، پولیٹیکل ایجنٹ ہاڑوتی کی انگریزی تصنیف "امنگ دی سیلیشیل" مطبوعہ ۱۸۹۸ء کا اردو ترجمہ "ہشت بہشت" کے نام سے کیا تھا جو ۱۹۰۰ء میں مطبع مفید عام آگرہ میں چھپا تھا۔

(۵) منشی بالا سہائے [2]

(۶) منشی گوردیال سنگھ کایستھ [3] مصنف (ناول) "سنت سندھو" المعروف بہ "ہریشچندر" مطبوعہ مطبع ہرپرشاد بلند شہر ۱۹۱۲ء

عہد ابراہیمی کے اور بھی چند فارسی کے غیر مسلم شعراء کے حوالے ملتے ہیں مثلاً لچھمی نرائن سوز[4] برجموہن لال عشق، بال کشن بال، اجودھیا پرشاد افسر، امراؤمل طپش، گوپال نرائن شوق[5] وغیرہ

حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں سرکاری دفاتر میں بھی فارسی کی جگہ مکمل طور پر اردو میں کام ہونے لگا تھا اور اردو شعر و ادب کا ایسا ماحول قائم ہو چکا تھا کہ فارسی کی طرف توجہ کم سے کمتر ہو چکی تھی نہ فارسی میں شعر گوئی کا عام رواج رہا تھا نہ تصنیف و تالیف کا ایسی صورت میں غیر مسلم حضرات کی فارسی کی جانب توجہ کا کم ہونا ایک فطری امر تھا صرف بزرگ حضرات میں فارسی کا رواج براہِ نام رہ گیا تھا۔

جون ۱۹۳۰ء میں نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے صاحبزادے نواب سعادت علی خاں سعید مسند نشین ہوئے [6] وہ خود شاعر بھی اور شعر و ادب سے گہری دلچسپی بھی رکھتے تھے۔ ان کے زمانے میں ٹونک میں جگر مراد آبادی، اعجاز صدیقی، حفیظ جالندھری، سیماب اکبرآبادی منظر اکبرآبادی، ماہر القادری، جوش ملسیانی، ساغر نظامی، شعری بھوپالی، اطہر ہاپوڑی اور

---

[1] تحقیقی مقالہ "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات" مخطوطہ ص ۱۹۰

[2] " " " " " " ص ۱۹۲

[3] " " " " " " ص ۱۹۳

[4] ماہنامہ آجکل دہلی بابت جون ۱۹۵۱ء ص ۳۴ [5] سوز، عشق، بال، افسر، طپش اور شوق کے حوالے تذکرہ آثار الشعرائے ہنود ص ۱۰۵ ضمیمہ ص ۲ و ص ۷ اور حدیقہ راجستھان ص ۳۹۶ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

[6] اخبار ہماری زبان۔ بابت جنوری ۱۹۵۶ء ص ۱

آکم مظفر نگری جیسے مشاہیر سخنور مختلف موقعوں پر ٹونک تشریف لاتے رہے [۱] اور اعلیٰ سطح پر اردو کے مشاعرے ہوتے رہے۔ اردو کے فروغ کے باعث فارسی زبان و ادب کا سلسلہ تقریباً ختم ہی ہوگیا تاہم دور سعیدی میں ڈاکٹر منوہر سہائے آنور اور پنڈت رام نواس ندیم کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں جن کو فارسی سے تعلق رکھنے والے ٹونک کے غیر مسلم حضرات میں تشکیل راجستھان کے زمانے تک باقیات الصالحات کی حیثیت سے شمار کیا جا سکتا ہے۔

منوہر سہائے آنور سنہ ۱۹۰۱ء میں ٹونک ہی میں پیدا ہوئے تھے فارسی اردو کی تعلیم یہیں حاصل کی لاہور سے ایم۔ اے اور آگرہ سے ایم۔ او۔ ایل اور پی۔ ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ملازمت کے سلسلہ میں ٹونک سے باہر رہے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ [۲]

پنڈت رام نواس ندیم ٹونک ہی میں پیدا ہوئے۔ ٹونک کے غیر مسلم حضرات میں پہلے گریجویٹ تھے۔ اردو اور فارسی میں ایم۔ اے پاس کیا تھا۔ گورنمنٹ انٹر کالج ٹونک میں فارسی کے لکچرار کے عہدے پر ممتاز رہنے کے بعد محکمہ آثار قدیمہ راجستھان کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے عہدے سے پنشن لی اور سنہ ۱۹۶۵ء میں ٹونک ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ٹونک کے غیر مسلم حضرات میں ان ہی کے ساتھ فارسی کا سلسلہ ختم ہوگیا تو شاید غلط نہ ہوگا انھوں نے فارسی میں لکھی ہوئی قلعہ رنتھمبور کی ایک تاریخی کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ کا ہے گا ہے فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔

جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ راجستھان کی تمام ریاستوں کا مختصر جائزہ بھی فرداً فرداً پیش کرنا اس مقالہ میں ممکن نہیں ہے اس لیے ذیل میں بقیہ ریاستوں سے متعلق غیر مسلم شعرا ادباء کی فہرست اور اہم تخلیقات وغیرہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ریاست جودھپور سنہ ۱۴۵۹ء میں مارواڑ کے راجہ جودھا نے اپنے نام پر شہر جودھپور آباد کر کے اپنی ریاست کی راجدھانی قرار دیا تھا۔ [۳] ریاست مارواڑ کو ریاست جودھپور کہا جانے لگا۔ اس ریاست کے مختلف قصبات ناگور، ڈیڈوانہ، میرٹھ

---

[۱] روداد کل راجستھان اردو سمپوزیم جودھپور صفحہ ۶۱

[۲] ماہنامہ بیسویں صدی دہلی ماہ مئی سنہ ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۳

[۳] دقائع راجستھان جلد دوم صفحہ ۵

اور کھاٹو وغیرہ مشہور و معروف علماء و فضلا کے مسکن رہے ہیں چنانچہ شیخ مبارک اور ان کے فرزند ابوالفضل و فیضی، قاضی حمیدالدین، قاضی رحمٰن بخش مرتب "افادات حمیدیہ" قاضی احمد ظہیر الدین مصنف "روضتہ الصفا" اور خواجہ نجم الدین فاروقی نے اس ریاست میں علم و ادب کے چراغ روشن کئے۔ پروفیسر محمود شیرانی جیسے محقق و مورخ اور ادیب و نقاد کا اصل وطن اسی ریاست کی سرزمین تھی۔ عظیم بیگ چغتائی اور عصمت چغتائی جیسے اردو کے افسانہ نگاروں نے اسی ریاست میں پرورش پائی چنانچہ صدیوں سے اس ریاست میں علم و ادب کا سلسلہ جاری۔ متعدد مشہور و معروف علماء و فضلاء اس ریاست کی سرزمین پر پیدا ہوئے۔ ؎۱

راجہ مالدیو (۱۵۳۲ء تا ۱۵۶۳ء) کے عہد سے سلاطین مغلیہ کے ساتھ مراسم کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد فارسی زبان و ادب کے رواج میں اضافہ ہوا راجہ مالدیو نے اپنے بیٹے اودے سنگھ کو اکبر کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس نے راجہ بننے کے بعد اپنی بہن جودھا بائی کی شادی اکبر سے کی تھی جن کو اکبر نے "راحت جان" کا خطاب دیا تھا وہی شہزادہ سلیم کی ماں تھی۔ سلاطین مغلیہ نے والیان ریاست سے رشتہ داری کرنے کے بعد ان کو اعلیٰ مناصب عطا کئے اور بڑے عہدوں پر سرفراز کیا حتیٰ کہ شاہی افواج کے علم و نقارہ بھی عطا کیے۔ ؎۲ یہ سلسلہ راجہ مان سنگھ (۱۸۰۴ء تا ۱۸۳۲ء) کے عہد تک جاری رہا۔ ؎۳

مہاراجگان ریاست اور سلاطین مغلیہ کے درمیان ان مراسم کے زیر اثر ریاست جودھپور کے دفاتر میں فارسی زبان کا استعمال ہونے لگا۔ غیر مسلم حضرات نے بھی فارسی شعر و ادب سے دلچسپی لی اور مہاراجہ ابھے سنگھ (۱۷۲۴ء تا ۱۷۵۱ء) ؎۴ کے عہد میں منشی مادھو رام مصنف "انشائے مادھو رام" جیسا انشا پرداز اس ریاست میں پیدا ہوا اور کچھ غیر مسلم فارسی گو شعراء اور ادباء نے بھی اس ریاست کو اپنا مسکن بنایا۔ ان میں سے چند غیر مسلم فارسی شعراء اور ادباء کے نام حسب ذیل ہیں جنھوں نے ریاست مذکور میں فارسی زبان و ادب کی خدمت انجام دی۔

؎۱ تذکرہ بہار سخن ص۴ و ص۵

؎۲ وقائع راجپوتانہ جلد دوم باب پنجم فصل اول

؎۳ وقائع راجستھان جلد دوم ص۲۵

؎۴ ” ” جلد اول ص۴۵

(۱) منشی مادھورام - منشی مادھورام (۱۶۸۲ء تا ۱۷۴۵ء) مارواڑ (جودھپور) کے رہنے والے تھے۔ والیٔ ریاست کی جانب سے ۱۷۰۴ء میں ان کو شاہی خدمت کے لیے دہلی میں مامور کیا گیا جہاں وہ ۱۷۲۲ء تک مقیم رہے۔ مہاراجہ کی طلبی پر وہ مارواڑ واپس آئے وہیں ۱۷۴۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔[۱]

فارسی ادب میں ان کا بڑا کارنامہ "انشائے مادھورام" ہے۔ یہ فارسی انشا کی مشہور کتاب ہے جو عرصہ تک مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ مختلف مطابع سے اس کے مختلف ایڈیشن شائع ہوئے اور اس کے صدہا قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں فراہم ہیں۔ اس کے دیباچہ سے پتہ چلتا ہے کہ قیام دہلی کے زمانے میں منشی مادھورام شہزادہ جہاندار شاہ اور نواب کوکلتاش خاں کے میر منشی رہے تھے اس حیثیت سے انھوں نے اپنے سرپرستوں کی جانب سے دوسرے لوگوں کو جو خطوط لکھے ان کی نقلیں محفوظ رکھیں اور واپس اپنے وطن آنے پر ان نقلوں کے ساتھ کچھ اور مکاتیب کا اضافہ کرکے مذکورہ کتاب مرتب کی۔ ڈاکٹر عبداللہ نے کتاب کی اہمیت اور مقبولیت کو تسلیم کیا ہے۔[۲]

(۲) منشی اجودھیا پرشاد نوازؔ - تلمیذ امام بخش صہبائی[۳] مصنف "سوخت" "شعلۂ جوالہ" مطبوعہ۔ نولکشور پریس لکھنؤ۔ مرتب تذکرہ "بہار سخن" نے انھیں جودھپور کا اولین غیر مسلم شاعر بتایا ہے۔[۴]

(۳) بشمبر ناتھ ریو وحشی[۵]

(۴) شیام سندر لال سرخوش[۶]

(۵) نتھن لال بہجت[۷]

---

[۱] کایستھ سجن چرتر (جلد سوم) مصنفہ منشی شیو نرائن سکسینہ مطبوعہ مطبع سراج الفیض جے پور ۱۹۱۴ء صفحہ ۸۵

[۲] "ادبیات فارسی میں ہندؤں کا حصہ" مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ صفحہ ۵۰

[۳] الفہرست مرتبہ سجاد مرزا بیگ دہلوی مطبوعہ نظام پریس حیدر آباد (دکن) ۱۹۲۳ء صفحہ ۵۹۹

[۴] تذکرہ "بہار سخن" صفحہ ۱۵ [۵] تذکرہ بہار گلشن کشمیر جلد دوم صفحہ ۵۸۳

[۶] تذکرہ بہار گلشن کشمیر ضمیمہ صفحہ ۱۶

[۷] ان کا ذکر شعرائے ٹونک کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔

(۶) رام سروپ شمیم ۔ مصنف واسوخت "فیض شمیمی" مطبوعہ مطبع نوالکشور لکھنؤ ۱۸۷۳ء
۱۲۰۹ھ
(۷) لچھمی نرائن آذر ۔[۱]

دیبی پرشاد بشاش

غیر مسلم شعرا ر داد بار جودھپور میں بشاش کی شخصیت سب سے زیادہ نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ بشاش منشی نتھن لال بھٹ کے لڑکے تھے ۱۸۴۸ء میں جے پور میں پیدا ہوئے اجمیر میں پرورش پائی۔ فارسی اردو کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ جودھپور میں محکمہ آثار قدیمہ کے سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز رہے[۲] اس کے بعد منصف کے عہدے تک ترقی کی اور وہیں جولائی ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

بشاش نے جودھپور میں رہ کر پچاس سے زائد اردو اور فارسی کی کتابیں نظم و نثر میں تصنیف و تالیف کیں اور بعض کتابوں کے ترجمے کر کے شائع کرائے۔[۳] ان کی بیشتر کتابیں تاریخ سے متعلق ہیں ان کے علاوہ علمی وادبی اور تحقیقی موضوعات پر مختلف تصانیف ہیں۔ ان کی علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں "رائل ایشیاٹک سوسائٹی" لندن نے ان کو اپنا ممبر بنایا تھا[۴] اسی طرح ملک کے بلند مرتبہ ادیبوں اور مورخوں نے ان کی ادبی خدمات کی تعریف کی ہے۔ مولانا احسن مارہروی نے "تاریخ نثر اردو" (منشورات اردو) مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ ۱۹۳۰ء میں ان تصنیف "آثار الشعرائے ہنود" کا اقتباس درج کیا ہے اور ان کی عالمانہ شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔ اسی طرح لالہ سری رام نے خم خانۂ جاوید میں رفیق مارہروی نے اپنی تصنیف "ہندوں میں اردو" میں اور محمد شریف یکتا نے "تذکرہ بہار سخن" میں بشاش کی ادبی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ ان کی تصانیف "گلدستۂ ادب" اور "تعلیم النساء" پر حکومت ممالک شمالی و مغربی نے ان کو گراں قدر انعامات سے نوازا اسی طرح ان کو "تواریخ مارواڑ" پر تین سو روپیہ کا نقد انعام دیا گیا۔[۵]

بشاش کی پہلی کتاب "میزان عدالت" مصنفین جودھپور کی اولیں اردو نثر کی تصنیف مانی ہے جو مطبع رضوی دہلی سے ۱۸۷۲ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ فارسی ادب سے متعلق ان کی

---

[۱] ان کا ذکر شعرائے ٹونک کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔ [۲] تذکرہ آثار الشعرائے ہنود صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۳
[۳] بشاش کی تصانیف کی مفصل فہرست تحقیقی مقالہ "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلموں کی خدمات" میں صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۱۳۲ (مخطوطہ) درج کی ہے
[۴] کالستھ سجن چرتر جلد دوم صفحہ ۲۴۴ [۵] " صفحہ ۲۴۱

چند حسب ذیل تصانیف شائع ہوئی تھیں۔

۱ فسانۂ خرد افروز۔ آزاد اردو ترجمہ "روضتہ الصفا" مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۸۷۳ء

۲ انتخاب نادرہ۔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۸۳ء اس میں فارسی کی مختلف تصانیف سے ماخوذ بدیہہ گو شعراء کی جدت فکر اور نزاکت خیال کے اعلیٰ نمونے درج کیے ہیں اور معنیٰ خیز نکات اور ظرافت آمیز لطیفے بھی ان میں شامل کیے ہیں۔

۳ تذکرہ آثار الشعرائے ہنود۔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۸۵ء

یہ تصنیف بشاش کا شاہکار ہے اس میں ۶۵۸ ہندو شعرا کا ذکر ہے ان میں بیشتر شعرا اردو کے ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔ بشاش نے کتاب کے دیباچہ میں اس کتاب کو اپنی تصنیف "تذکرہ شعرائے ہنود کا دوسرا حصہ قرار دیا ہے اور حصہ اول میں صرف فارسی گو ہندو شعرا کا حال درج کرنا تحریر کیا ہے۔ فارسی شعرا کے اس تذکرہ کا ذکر مختلف اہل قلم نے اپنی تصانیف میں کیا ہے نیز بشاش کی تصنیف "جغرافیہ مارواڑ" مطبوعہ مطبع ایجاد کشن آگرہ ۱۸۹۰ء کے صفحہ ۱۷ پر مندرجہ تصانیف کے سلسلہ ۱۸ پر بھی "معیار الشعرائے ہنود" کا نام درج ہے اور اس کے آگے یہ عبارت تحریر ہے۔

"ہندو شعرا کا فارسی کلام اور ان شعراء کے حالات ۔۔۔۔۔۔ زیر طبع"

تلاش کے باوجود یہ تحقیق نہ ہو سکا کہ بشاش کی یہ تصنیف چھپی یا نہیں۔ بہر حال یہ دستیاب نہیں ہے۔

۴ نفائس التواریخ۔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۹۳ء

اس میں ناسخ التواریخ سے ماخوذ یونان، فارس، عرب، روم اور مصر و ہند کے ۸۵ حکماء کا مختصر تذکرہ ہے۔

۵ اکبر بادشاہ۔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۹۸ء

اس میں اکبر نامہ، اقبال نامہ جہانگیری، منتخب التواریخ، طبقات اکبری اور آئین اکبری سے ماخوذ اکبر کے ۵۱ سالہ دور حکومت ۱۵۵۲ء تا ۱۶۰۵ء تحریر کیے ہیں۔

۶ جنتری فارسی۔ ۱۸۹۰ء مطبوعہ رضوی پریس دہلی

۷ انشائے تازہ مشق فارسی ۔ مطبوعہ
۸ عجائب التواریخ ۔ مختصر ترجمہ ناسخ التواریخ مطبوعہ
۹ احکام نوشیروانی ۔ ترجمہ "توقیعات کسریٰ" مطبوعہ
۱۰ طراز حکمت ۔ منظوم ترجمہ "کلیلہ دمنہ" مطبوعہ
۱۱ شاہجہاں نامہ ۔ (تین جلدیں) مطبوعہ ۱۸۹۶ء تا ۱۸۹۷ء رضوی پریس دہلی
مختلف فارسی تصانیف سے ماخود عہد شاہجہاں کے اہم تاریخی واقعات خصوصاً وہ
کہ جن کا تعلق دیسی ریاستوں کے رئیسوں سے رہا ہے۔
۱۲ نوشیرواں نامہ ۔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی (بار سوم) ۱۸۹۲ء
فارسی تصانیف سے ماخود نوشیرواں کے حالات۔
۱۳ خانخاناں نامہ ۔ مطبوعہ کایستھ صدر سبھا ہند پریس لکھنؤ ۱۸۹۸ء (بار چہارم)
اسمیں اکبر نامہ، اقبال نامہ جہانگیری، تزک جہانگیری، مآثر الامراء، تذکرہ حسینی اور تاریخ چغتائیہ وغیرہ سے
ماخود بیرم خاں اور عبدالرحیم خانخاناں کے حالات درج کیے ہیں۔

بشاش کی تصانیف، تالیفات اور تراجم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا مطالعہ
بہت وسیع تھا خصوصاً فارسی میں تاریخی کتابوں کے مطالعہ کے بعد انھوں نے عہد مغلیہ سے
متعلق جو تاریخی کتب تصنیف و تالیف کی ہیں ان میں اس امر کا لحاظ رکھا ہے کہ راجستھان کے
رئیسوں اور حکمرانوں کے کارناموں کا خصوصیت سے ذکر کیا جائے۔

نثر کے علاوہ شاعری کے میدان میں بھی بشاش کا ایک مقام رہا ہے اگرچہ ان کا دیوان
دستیاب نہیں ہے تاہم مختلف تصانیف میں جو کچھ کلام ملتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اردو کے
علاوہ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔

(۹) پتمبر پرشاد اختر ۔ پتمبر پرشاد اختر منشی دیبی پرشاد بشاش کے بیٹے تھے۔
اردو فارسی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی اور اصلاح سخن شروع میں اپنے دادا منشی نتھن لال
بہجت سے لی اور بعد میں حضرت بیخود بدایونی کے باقاعدہ شاگرد ہوئے [1] اردو میں

---

[1] تذکرہ بہار سخن صـ ۱۷۳

ان کے حسب ذیل مطبوعہ تصانیف ہیں۔

۱ مسدس اختر۔ المعروف بہ مخزن الفصاحت۔ مطبع بنواری لال مراد آباد ۱۸۹۶ء

۲ منظوم دل آرام۔ منظوم قصہ بہرام بہزاد۔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۹۶ء

۳ تضمین بے بہا۔ مختلف اساتذۂ اردو کے اشعار پر تضمین کا مجموعہ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۹۰۲ء

۴ مثنوی مخزن تدابیر۔ فارسی تصنیف "مفرح القلوب" کا منظوم ترجمہ ہے جسکو بشاش نے شروع کیا تھا اور اختر نے مکمل کیا اسی لیے اس کا تاریخی نام کلام اختر دلبشاش ہے مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۹۰۲ء ۱۹۰۱ء

۵ دیوان اختر۔ مطبوعہ ۱۹۱۰ء

ریاست بھرت پور

راجہ سورج مل نے ۱۸۳۳ء بھرت پور کو فتح کر کے ایک باقاعدہ ریاست قائم کی تھی اس سے قبل بارھویں صدی سے ہی بھرت پور کے علاقہ میں مسلمانوں کا دور دورہ رہا تھا اور وہاں کے قصبہ "بیانہ" میں عرصہ تک مسلمانوں کی عملداری رہی تھی۔ اور محمد شاہ کے زمانے تک اس خطہ پر مغلوں کا تسلط رہا تھا[۱] ایسی صورت میں وہاں فارسی زبان وادب کا نشوونما پانا ایک فطری امر تھا۔ راجہ سورج مل کے عہد (۱۷۳۳ء تا ۱۷۶۴ء) میں دہلی کے تباہ حال اہل فن اور ارباب ہنر بھرت پور پہنچے اور مہاراجہ کا طویلہ ان خانماں بربادوں کی اقامت گاہ بنا جن میں میر تقی میر اور ان کے صاحبزادے میر فیض علی کے نام بھی شامل ہیں[۲] ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے میر تقی میر کے لیے لکھا ہے کہ وہ بھرت پور، آگرہ اور راجپوتانہ کے دیگر مقامات پر دس گیارہ سال تک گھومتے رہے[۳] نثار احمد فاروقی نے بھی میر کے بھرت پور پہنچنے کی تصدیق کی ہے[۴] بہرحال یہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دہلی کے اہل علم وفن بھرت پور پہنچتے رہے ان کی توجہ سے وہاں علم وفن کا چراغ روشن ہوا اور آہستہ آہستہ غیر مسلم حضرات نے بھی توجہ کی اور

---

[۱] وقائع راجستھان جلد دوم ص ۱۹۲

[۲] میر تقی میر حیات اور شاعری مرتبہ خواجہ احمد فاروقی

[۳] دلی کا دبستان شاعری مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی

[۴] میر کی آپ بیتی مرتبہ نثار احمد فاروقی ص ۱۲۹

نہ صرف شعر و سخن بلکہ نثر میں بھی تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا چنانچہ منشی درگا پرشاد عاجز نے علم تصوف سے متعلق ایک رسالہ "مجمع البحرین" کے نام سے مرتب کیا اس میں فارسی کے صوفی شعراء حافظ، رومی اور سعدی کے کلام کی روشنی میں علم تصوف کی بحث کی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۷۶ء میں مطبع الٰہی آگرہ میں طبع ہوئی تھی۔

منشی دھونکل سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ (۱۷۸۱ء تا ۱۸۰۵ء) کے مہمات و حالات پر مشتمل ایک تاریخ "مرہٹہ" کے نام سے فارسی میں مرتب کی تھی۔[1]

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں ریاست کی دفتری زبان فارسی تھی اور مہاراجہ مذکور نے مختلف محکموں میں فارسی داں اصحاب کو مامور کیا تھا جس کا ثبوت ریاست کے قدیم رکارڈ اور دستاویزات سے ملتا ہے۔

منشی منارام ناتواں نے علم قیافہ سے متعلق ایک کتاب "مراق البشریٰ" کے نام سے مرتب کی جو ۱۸۸۲ء میں مطبع چشمہ فیض دہلی میں چھپی تھی ناتواں نے رامائن کا ایک اردو ترجمہ بھی کیا تھا مطبوعہ مطبع سرچشمہ فیض دہلی ۱۸۸۲ء

شنکر ناتھ نادر نے مہاراجہ بلونت سنگھ (۱۸۳۵ء تا ۱۸۵۳ء) کی گدی نشینی کا مفصل حال فارسی زبان میں ۱۸۳۶ء میں "نصرت و ظفر بھرت پور" کے نام سے مرتب کیا تھا۔[2]

مہاراجہ بلونت سنگھ کے عہد سرکاری دفاتر میں فارسی کی جگہ اردو کا استعمال ہونے لگا۔ ۱۸۵۱ء میں وہاں ایک پریس بھی قائم ہوا اور ایک اخبار "مظہر الدرر" کے نام سے جاری ہوا[3] جس کو پہلا اخبار مانا جاتا ہے۔ محمد عتیق صدیقی نے اس پریس کا نام "مطبع صفدری" بتایا ہے اور اخبار مذکور کا حوالہ دیا ہے۔[4]

جانی بہاری لال راضی۔ مہاراجہ بلونت سنگھ کے عہد میں راضی کا نام بھرت پور کے غیر مسلم فارسی کے ادیبوں اور شاعروں میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ان کے مفصل حالات مختلف کتابوں میں

---

[1] ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ ڈاکٹر عبداللہ صہ ۵۸

[2] تذکرہ خوشنویساں مرتبہ غلام محمد صہ ۱۲۲ و ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ صہ ۲۰۲

[3] (ترجمہ) خطبات گارساں دی تاسی مطبوعہ علمی پریس دہلی ۱۹۴۳ء صہ ۳۴

[4] صوبۂ شمالی و مغربی کے اخبارات مرتبہ محمد عتیق صدیقی مطبوعہ یونین پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۵۷ء صہ ۹۷

ملتے ہیں اور جس نے بھی راضی پر قلم اٹھایا ہے ان کی ادبیانہ شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ ۱۸۱۵ء میں بھرت پور کے علاقہ میں پیدا ہوئے تھے آگرہ کالج میں تعلیم حاصل کی تھی اور باقاعدہ عربی، فارسی سنسکرت، اردو اور ہندی پڑھی تھی۔ ۱۸۵۲ء میں مہاراجہ بلوت سنگھ والی بھرت پور نے ان کو اپنی ریاست کا نائب وکیل مقرر کر کے ایجنسی آف راجپوتانہ کے صدر دفتر آبو میں مامور کیا تھا۔ اسی زمانے میں انھوں نے انگریزوں کو فارسی تعلیم کی خدمت انجام دی۔ ۱۸۵۸ء میں ریاست کچھ میں دیوان ریاست (وزیر اعلیٰ) بنائے گئے۔ اخیر زمانے میں مہاراجہ بھرت پور نے ان کو پنج سرداروں میں شامل کیا۔ ۱۸۹۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔[۱]

راضی نے اردو فارسی میں کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں اور چند فارسی تصانیف کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔ وہ اردو فارسی کے شاعر بھی تھے ان کی حسب ذیل مطبوعہ تصانیف تالیفات اردو تراجم ہیں۔

۱ گار ڈ خدا۔ (مثنوی) انگریزی کے ذریعہ اردو تعلیم سے متعلق یہ کتاب ۱۸۴۰ء میں ۸۹ صفحات پر مشتمل مفید المطابع آگرہ میں چھپی تھی۔ یہ مثنوی "خالق باری" کے طرز پر لکھی ہے۔

۲ دستور تحریری۔ (منظوم) مطبوعہ مطبع احمدی آگرہ ۱۸۴۲ء

۳ تصریف زبان فارسی و انگریزی (منظوم) مطبوعہ مطبع احمدی آگرہ ۱۸۵۹ء

یہ رسالہ دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ فارسی سے متعلق ہے اور دوسرا انگریزی سے۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ فارسی داں فارسی کے ذریعہ انگریزی اور انگریزی داں انگریزی کے ذریعہ فارسی سیکھ سکیں۔ خالق باری کے طرز پر اس کو بھی اصول و قواعد کے اضافہ کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

۴ دیوان راضی۔ مطبوعہ مطبع دربار کچھ بھاؤ نگر ۱۸۶۲ء

۵ ارژنگ راضی۔ منظوم اردو ترجمہ انوار سہیلی مصنفہ ملا حسین واعظ کاشفی، اس کا تاریخی نام بہار کلک راضی ہے مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۸۷۰ء

۶ نگار راضی ۱۲۸۹ھ منظوم اردو ترجمہ گلستان سعدی مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۸۷۳ء

---

[۱] ماہنامہ "زمانہ" کا بابت ستمبر ۱۹۳۷ء ص ۱۵۵

۷ یادگار آصفی - یہ کتاب آصفی کی اولین تصنیف تھی جس کو بعد ترمیم اضافہ ۱۸۷۸ء میں ۲۵ صفحات مطبع مفید عام آگرہ سے طبع کرایا تھا۔ یہ تصنیف عربی قواعد اور علم نحو پر مشتمل ہے۔

۸ گل مقصود آصفی - ڈاکٹر جی۔بی اسٹریٹن کی انگریزی تصنیف ہسٹری آف میواڑ کا اردو ترجمہ مطبوعہ مطبع اعجاز احمدی آگرہ ۱۸۸۳ء

۹ شادی نامہ - راجپوتانہ کے وکیلوں کا بطور ڈرامہ اس کتاب میں مذاق اڑایا ہے۔

۱۰ حسب حال۔ ذاتی ترجمہ

۱۱ سیاست یونان سوانح عمری ٹیلی میکس

۱۲ اردو ترجمہ قواعد سنسکرت

مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ بھرت پور کے حسب ذیل شعراء کا بھی فارسی میں شعر گوئی کا حوالہ ملتا ہے۔

حکیم اگسٹائن ڈی ملوا مفتوں [۱]

جان برنارڈ فینٹم شائق [۲]

حکیم جوزف ڈی سلوا یوسف [۳]

پنڈت کنہیا لال کول مشتاق [۴]

پنڈت موتی لال کول عاجز [۵]

پنڈت بھوانی شنکر مفتوں [۶]

پنڈت کامتا پرشاد ناظم [۷]

پنڈت کنہیا لال مجو مبارک [۸]

لالہ گوپال سنگھ وفا [۹]

پنڈت رتن لال دَر [۱۰]

کامتا پرشاد مسرور [۱۱]

منشی سکھدیو پرشاد مہر

مصنف "گلدستۂ بہا"

مطبوعہ انور احمد پریس آگرہ ۱۸۹۶ء

"سلک گوہر"

مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۹۰۸ء

منشی چھیتر مل شمیم [۱۲]

---

[۱] [۲] [۳] [۴] [۵] یورپین اینڈ انڈو یورپین شعراء اردو و فارسی (انگریزی) مرتبہ رام بابو سکسینہ ص۱۵۶، ص۱۷۸، ص۱۵۸، ص۲۷، ص۱۷۸

[۶] [۷] تذکرہ بہار گلشن کشمیر جلد دوم ص۷۱۰ ص۷۱۸

[۸] [۹] [۱۰] مجمع البحرین ص۱۲ ص۱۴ ص۱۷ ص۲۷ ص۱۰۵

[۱۱] خمخانۂ جاوید جلد پنجم ص۷۹

شعراء کے علاوہ حسب ذیل نثر نگاروں کے نام بھی ملتے ہیں۔

منشی گردھاری لال۔ مرتب "محاصرۂ رنتھ بھنور" اردو (مخطوطہ) تحریری ۱۸۴۶ء

منشی جوالا سہائے ماتھر (۱) مترجم (اردو ترجمہ) صلحنامہ جات و عہد و پیمان رؤسائے ہند (تین حصے) مطبوعہ مطبع منبع العلوم شہنہ ۱۸۶۶ء

(۲) تاریخ مراسلات کھیتڑی (اردو) مطبوعہ مطبع منبع العلوم شہنہ ۱۸۶۶ء

(۳) وقائع راجپوتانہ (تین حصے) مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ۔
حصہ اول دوم ۱۸۷۸ء و حصہ سوم ۱۸۷۹ء

غیر مسلم شعرائے بھرت پور میں بعض دوسرے حضرات کے نام تحقیقی مقالہ "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلموں کی خدمات" (مخطوطہ) باب چہارم متعلق ریاست بھرت پور میں شامل ہیں

ریاست الور

فارسی شعر و ادب ترویج و ارتقار کے سلسلہ میں ریاست الور کا نام بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ریاست ۱۷۷۰ء میں بعہد شاہ عالم ثانی وجود میں آئی تھی۔ بادشاہ نے بانی ریاست مہاراجہ پرتاب سنگھ کی خود مختاری تسلیم کرتے ہوئے خطاب و منصب سے نوازا تھا[۱]۔ سلاطین مغلیہ سے شروع سے ہی مراسم ہونے کے باعث ریاستی فرمانرواؤں کے مشیر فارسی داں اصحاب رہے اور دفاتر میں فارسی کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا۔ چنانچہ مہاراجہ پرتاب سنگھ عہد (۱۷۷۰ء تا ۱۷۹۱ء) کے منتظمین ریاست میں ہوشدار خاں، الٰہی بخش خاں اور نبی بخش خاں کے نام قابل ذکر ہیں اس کے جانشیں مہاراجہ بختاور سنگھ کے عہد (۱۷۹۱ء تا ۱۸۱۵ء) میں نواب احمد بخش خاں مختار ریاست کے عہدے پر فائز رہے[۲]۔ اس کے بعد مہاراجہ بنے کے زمانے (۱۸۱۵ء تا ۱۸۵۷ء) میں منشی اموجان دیوان ریاست اور مرزا اسفندیار بیگ نائب دیوان تھے۔ یہ سب حضرات فارسی کے عالم و ماہر تھے اس زمانے میں فارسی کے بہت سے ادیب، شاعر اور خوشنویس الور پہنچے ان ہی میں

---

[۱] وقائع راجستھان جلد اول صفحہ ۳۶۳

[۲] تلامذۂ غالب مرتبہ مالک رام صفحہ ۲۸۵

آفتاب الہند مولانا فضل حق، میر آغا خوشنویس [۱] اور میر درد علی خوشنویس [۲] جیسی ہستیاں بھی شامل تھیں۔ رڈ سائے الور نے ان خوشنویسوں سے بہت سی کتابوں کی مطلا، منقش اور مذہب و مصور نقول تیار کرا کے ان سے اپنے کتب خانوں کو آراستہ کیا۔ آج بھی وہ نادر کتابیں الور میوزیم کی زینت ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ بنے سنگھ نے لالہ شنکر لال جیسے خوشنویس کو اپنے دربار سے وابستہ کیا اور اس سے بھگوت گیتا کے اردو ترجمہ کی نقل کرائی۔

مہاراجہ بنے سنگھ کے جانشین مہاراجہ شیودان سنگھ کے عہد (۱۸۵۷ء تا ۱۸۷۴ء) میں دہلی کے بہت سے خانماں برباد اہل علم و فن اور ارباب ہنر الور پہنچے جن کی وجہ سے الور ایک ایسا ادبی گہوارہ بن گیا جس کے لیے وہاں کے ایک شاعر منشی ہیرالال شہرت نے کہا تھا ؎

شور ہے شعر و سخن کا ہر طرف
ان دنوں الور جہاں آباد ہے [۳]

اس دور میں فارسی کے ساتھ اردو کا غیر معمولی فروغ ہوا۔ اردو کی جانب توجہ بڑھنے کی وجہ سے فارسی شعر و ادب کی جانب زیادہ توجہ نہ رہ سکی۔ تاہم فارسی سے لگاؤ باقی رہا۔ مہاراجہ مذکور کی شان میں غالب نے فارسی ہی میں قصیدہ لکھا تھا جس چند شعر یہ ہیں ؎

زاں پس کہ گشت گوہر من در جہاں یتیم | زاں پس کہ گشتہ شد پدر من بکار زار
کافی بود مشاہدہ شاہد ضرور نیست | در خاک راج گڈھ پدرم را بود مزار
در پنج سالگی شدہ ام چاکر حضور | رنگیں سخن طرازم و دیریں وظیفہ خوار
دارم بگوش حلقہ زپنجاہ و ہشت سال | اکنوں کہ عمر شست و سہ سال است در شمار [۴]

چنانچہ الور میں حسب ذیل غیر مسلم فارسی کے شعراء و ادباء کے نام سامنے آتے ہیں۔

---

[۱] ان کی قلمی گلستاں کا ایک نسخہ جس پر ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا مہاراجہ منگل سنگھ والی الور نے بطور تحفہ مہاراجہ پٹیالہ کو دیا تھا اور دوسرا نسخہ جس پر پچاس ہزار روپیہ صرف ہوا تھا الور میوزیم میں موجود ہے۔ [۲] ان کی قلمی کتاب دساتیر اور شرح دساتیر تحریری ۱۸۲۸ء الور میوزیم کی زینت ہے۔ [۳] دیوان شہرت (ارمغان احتیار) مطبوعہ نظامی پریس آگرہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۹۵ [۴] کلیات غالب (نظم فارسی) مطبوعہ نولکشور پریس کانپور ۱۸۷۲ء قصیدہ ۲۷ (مرزا کے والد مرزا عبداللہ بیگ مہاراجہ بختاور سنگھ والی الور کے ملازم تھے اور مہاراجہ کی جانب سے راج گڈھ (علاقہ الور) کے قریب ایک جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے تھے اور وہیں سپرد خاک ہوئے تھے جس کا ذکر مرزا نے مذکورہ قصیدہ میں کیا ہے۔ مہاراجہ مذکور نے دو سیر حاصل گاؤں اور کسی قدر روزینہ مرحوم کے دونوں لڑکوں کی پرورش کے واسطے مقرر کیا جو ایک مدت دراز تک جاری رہا۔ [یادگار غالب مرتبہ مولانا حالی صفحہ ۱۱]

منشی جے ترائن ۔ مصنف "انشائے جے نرائن" (فارسی) مطبوعہ یوسفی پریس الور ۱۸۸۷ء

ہرسروپ سنگھ صادق [۱]

رام کشن جوشش [۲]

رتن لال فوق [۳]

منشی آنندی لال جوشی ۔ جوشی کا بڑا ادبی کارنامہ "خیابان عشق" المعروف "سفرنگ ست سئی" ہے ۔ اس کتاب میں جوشی نے جے پور کے درباری مشہور شاعر بہاری کی تصنیف "ست سئی" کے ۷۴۰ منتخب دوہوں کا فارسی ترجمہ اور تشریح کی ہے ۔ یہ کتاب ۱۸۹۹ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپی تھی ۔

آنندی لال جوشی مہاراجہ منگل سنگھ والی الور کے دربار میں شاعر تھے انھوں نے خیابان عشق (سفرنگ ست سئی) کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مہاراجہ مذکور نے ان سے بہاری کے حسب ذیل دوہوں کا فارسی منظوم ترجمہ کرنے کی فرمائش کی تھی ۔

कागज़ पर लिखत न बनत कहत संदेह लजात
कहिहै सब तेरौ हियौ मेरे हियो की बात

جوشی نے مذکورہ دوہے کا فارسی اور اردو میں حسب ذیل ترجمہ کیا ہے

(فارسی) بہ کاغذ در نمی گنجد بہ اظہارش حیا مانع ۔ خدارا از دلت دریاب حالاتِ دل ما را

(اردو) تاب تحریر نہیں مانع اظہار ہے شرم ۔ دل سے پوچھو کہ مرے دل کی تمنا کیا ہے

اس کے بعد "خیابان عشق" مرتب کی اس کے آغاز میں ایک مثنوی اور مہاراجہ کی شان میں ایک قصیدہ درج کیا ہے ۔

منشی ہیرالال شہرت ۔ مصنف ۔ ارمغان احباب (دیوان شہرت)
مطبوعہ نظامی پریس آگرہ ۱۸۸۸ء

منشی گوپال کرشن تحسین ۔ مصنف (۱) مثنوی "اسرار حقیقت" مطبوعہ یوسفی پریس الور ۱۸۸۷ء

---

[۱] و [۲] ماہنامہ پیام یار لکھنؤ بابت جنوری ۱۸۸۷ء صد ۱۶ و صد ۱۷

[۳] " " " " فروری " صد ۱۳

(۲) "چمنستان" اردو ترجمہ گلستان سعدی مطبوعہ یوسفی پریس الور ۱۸۹۰ء

مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ چند غیر مسلم شعراء کا حوالہ تحقیقی مقالہ "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلموں کی خدمات" (مخطوطہ) میں کے باب پنجم متعلق ریاست الور میں درج ہے۔

ریاست جھالاواڑ

تحقیقی مقالہ "راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلموں کی خدمات" کے باب ہفتم متعلق ریاست جھالاواڑ کے ذیل میں جن غیر مسلم شعراء دادبار کا ذکر کیا ہے ان کے لیے تحقیق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ فارسی میں بھی لکھتے تھے یا نہیں لیکن چونکہ اس زمانے میں فارسی کا عام رواج تھا اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے فارسی میں طبع آزمائی کی ہوگی۔ بہر حال جھالاواڑ کے چند شعراء کے نام حسب ذیل ہیں

پنڈت پرشوتم لال سوریہ دوج شاد :۔ مترجم

۱ "اقبال ٹھگ" (مسٹر میڈوز ٹیلر کی تصنیف "CONFESSION OF A THUG"
مطبوعہ لندن ۱۸۳۸ء) مطبوعہ مطبع کاشی متھرا ۱۸۹۳ء۔

۲ "چھ عورتیں" (ترجمہ SIX WOMEN مصنفہ وکٹوریہ کراس)
مطبوعہ جبیل پریس جھالاواڑ ۱۹۱۴ء

۳ "تاریخ میکسیکو" تحریر شدہ ۱۸۹۳ء

۴ سامدرک۔ علم قیافہ کی کتاب

۵ میری پرائس۔ (آزاد ترجمہ THE MEMORIES OF A MAID SERVANT
مصنفہ جارج ڈبلو ایم رونالڈ)

۶ لیلہ ڈزلہ۔ ترجمہ (THE STAR OF MANGRALIA مصنفہ جارج ڈبلو رینالڈ)

مذکورہ تراجم کے علاوہ شاد کی اور بھی تصانیف ہیں جس کی فہرست "اقبال ٹھگ" کے سرورق پر درج ہیں۔

ملک الشعراء شمبھودیال دانش مصنف کلیات دانش مطبوعہ جبیل پریس جھالاواڑ ۱۹۲۶ء

بھایا رام چندر عیش

سالگ رام سالک

بشمبر ناتھ نشتر
گنیش لال برہمن

ریاست کوٹہ

ریاست جھالاواڑ کی طرح ریاست کوٹہ سے متعلق مذکورہ مقالہ کے باب ہشتم میں اردو کے جن غیر مسلم شعراء کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

منشی طوطا رام شاگرد
منشی نند لال دریا
منشی چنچل پرشاد راز
چودھری مولچند۔ مصنف تاریخ "راجیہ کوٹہ" مطبوعہ ابوالعلائی پریس آگرہ ۱۹۱۹ء
منشی رام داس بیجل (مصنف مختلف کتب متعلق کارروائی پولس)
منشی کالکا پرشاد حزین دشاد۔ مصنف (۱) جذبات شاد مطبوعہ ۱۹۳۶ء
(۲) بقائے سخن۔ مطبوعہ کلیمی پریس اجمیر ۱۹۴۰ء
(۳) مخزن اسرار معرفت۔ مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ ۱۹۴۹ء
(۴) نالہ دلخراش۔ مطبوعہ الہ آباد پریس دہلی ۱۹۵۵ء

ڈاکٹر رام بابو سکسینہ نے ۱۹۳۶ء میں جب وہ کوٹہ میں دیوان ریاست تھے اپنی مشہور کتاب EUROPEAN AND INDOEUROPEAN POETS OF URDU AND PERSIAN انگریزی زبان میں مرتب کی تھی اور اسکے ضمیمہ میں اردو اور فارسی کے یورپین اور انڈو یورپین شعراء کا کلام شامل کیا تھا یہ کتاب نولکشور پریس لکھنؤ میں ۱۹۴۳ء میں چھپی تھی۔

ریاست اودے پور، ریاست بوندی، ریاست بیکانیر، ریاست پرتاب گڈھ، ریاست دھولپور، ریاست شاہپورہ، ریاست قرولی، ریاست کشن گڈھ، ٹھکانہ سیکر اور ٹھکانہ کھیتڑی کے غیر مسلم اردو کے شعراء اور ادبار کا ذکر مذکورہ تحقیقی مقالہ کے باب دہم میں کیا گیا ہے ان میں بعض حضرات فارسی میں بھی طبع کرتے تھے۔ ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱ پنڈت کشور کشور[1] دہلوی (اودے پور)

۲ بہاری لال بہار[2] (اودے پور)

۳ پنڈت گنگا سہائے[3] مترجم بھگوت گیتا (اردو) (بوندی)

۴ منشی بھگوت سہائے (بوندی)

۵ منشی ایشور پرشاد عاصی[4] (بوندی)

۶ پنڈت چھیدی لال چرخ (بوندی)

۷ منشی پربھو دیال رقم (بوندی) مصنف جاں نثار تیجا۔ مطبوعہ ہندوستان اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۵ء

۸ منشی سوہن لال بھٹناگر۔ مصنف تاریخ راجیہ بیکانیر۔ مطبوعہ جیل پریس بیکانیر ۱۸۹۰ء (بیکانیر)

۹ منشی بندیشر پرشاد شمس[5] ۔۔۔ (بیکانیر)

۱۰ منشی شنکر لال نجات[6] ۔۔۔ (بیکانیر)

۱۱ منشی ہری شنکر شنکر[7] ۔۔۔ (پرتاب گڑھ)

۱۲ منشی متھرا پرشاد شیدا[8] ۔۔۔ (پرتاب گڑھ)

۱۳ منشی جگل کشور سرور[9] ۔۔۔ (دھولپور)

۱۴ منشی کامیشور دیال عاقل[10] ۔۔۔ (دھولپور)

۱۵ منشی جگناتھ سہائے راز[11] ۔۔۔ (قرولی)

۱۶ منشی راج بہادر بہادر[12] ۔۔۔ (قرولی)

اجمیر اجمیر کے سلسلہ میں شروع میں کافی لکھا جا چکا ہے اس کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ وہاں خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تشریف آوری کے

---

[1] تذکرہ بہار گلشن کشمیر جلد دوم ص ۱۷۷ [2] ماہنامہ پیام یار لکھنؤ بابت مارچ ۱۸۸۸ء

[3] روداد کل راجستھان اردو سمپوزیم جودھپور ص ۱۹۱

[4] " ص ۱۹۲ [5] سلک گوہر (مجموعہ کلام قہر بھرت پوری)

[6] تاریخ راجیہ بیکانیر ص ۲ [7] ماہنامہ پیام یار لکھنؤ بابت مارچ ۱۸۸۶ء

[8] شیدا سے میری ملاقات ۱۹۵۹ء میں قصبہ منوہر پور میں ہوئی تھی جہاں انھوں نے اپنا فارسی کلام سنایا تھا

[9] [10] } گلدستہ بہار۔ (مجموعہ کلام قہر بھرت پوری)
[11] [12]

زمانے ہی سے فارسی زبان وادب کی ترویج کا سراغ ملتا ہے۔خواجہ صاحب کی حسب ذیل رباعی عام طور پر مشہور ہے ؎

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین دین است حسین ودین پناہ ہست حسین
سرداد و نداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لاالہ ہست حسین

اٹھارویں صدی عیسوی سے وہاں غیر مسلم اہل قلم کا پتہ چلتا ہے اس سلسلہ میں اولین نام منشی کالی رام کالیستھ کا سامنے آتا ہے۔کالی رام نے مہاراجہ سوائی پرتاب سنگھ والی ریاست جے پور (۱۷۷۸ء تا ۱۸۰۳ء) کی ایما پر سرکاری دستاویزات، مستند تواریخ اور قدیم ریکارڈ کی مدد سے ۱۷۶۴ء میں "نسب الانساب" کے نام سے راجستھان کی ایک تاریخ فارسی زبان میں مرتب کی تھی۔اس کا اصل مخطوطہ عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں موجود ہے۔ بقول صاحبزادہ شوکت علی خان صاحب۔ ڈائرکٹر انسٹی ٹیوٹ۔

"نسب الانساب مصنفہ کالی رام کایستھ ساکن اجمیر بزبان فارسی تاریخ راجستھان کا نہایت بیش بہا اور نایاب نسخہ ہے جہاں تک پتہ چل سکا ہے اس کا دوسرا نسخہ اس لائبریری کے علاوہ اور کہیں دستیاب نہیں ہوتا اور ابھی تک غیر مطبوعہ ہے"۔

اجمیر کے مسلم شعراء وادبا کا ذکر مذکورہ بالا تحقیقی مقالہ کے باب نہم اجمیر کمشنری کے ذیل میں کیا گیا ہے وہاں کے چند شعراء وادبا کے نام حسب ذیل ہیں۔

منشی پیارے لال ظہیر [۱]

پنڈت مہاراج کشن بہادر [۲] مصنف تاریخ اجمیر مطبوعہ مطبع النوالمقمر رہتک ۱۸۷۶ء وغیرہ

پنڈت بھاگ رام مصنف رسالہ "تخفیف اخراجات شادی" مطبوعہ ۱۸۷۱ء

منشی جیالال مرتب قانون عدالت ہائے اجمیر۔مطبوعہ ۱۸۷۷ء وغیرہ

منشی چھٹن لال عیش مرتب "مخزن قوانین ہند" (ڈائجسٹ آف انڈین لاز) تین حصے مطبوعہ مطبع گنگا پرشاد لکھنؤ ۱۸۷۷ء

---

[۱] آثار الشعرائے ہنود ص ۱۴۱ [۲] جائزہ زبان اردو ص ۳۱۶

منشی کلیان سنگھ جوش[1]
منشی شنکر لال بیتاب[2]
منشی کنہیا لال شاد[3]
منشی بنسی دھر بیتاب[4] منشی جوالا ناتھ سعد منشی رام سروپ مائل۔ ان کا ذکر
جے پور از جودھپور کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔

پنڈت کنہیا لال زنشی[5]
پنڈت دینا ناتھ معجز[6]
دوارکا ناتھ عاشق[7]
پنڈت شیوراج ناتھ عاشق[8]
پنڈت شیوناتھ ٹھاکر شیدا[9]
لکھمی چند خلیفہ ۔ مصنف مرقعِ فیض ۔ پنج خلوت ۔ گلشن حیات ۔ بہارستان لطائف[10]
پنڈت شیو پرشاد مہجور[11]
رام نرائن حیراں[12]

ان کے علاوہ اور بہت شعراء کا حوالہ مذکورہ تحقیقی مقالہ میں دیا گیا ہے مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ راجستھان میں غیر مسلم حضرات نے فارسی زبان وادب کی گراں بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اس موضوع پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے یہ ایسا موضوع ہے جس کا تعلق ادب سے بھی اور ہندوستان کی مشترک تہذیب وثقافت سے بھی۔ یہ ملک کے سماجی پہلو پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور قومی اتحاد کی بھی ترجمانی کرتا ہے۔

---

[1] تذکرہ آثار الشعرائے ہنود ص۲۲۱ [2] ″ ″ ″ ضمیمہ ص۳۲
[3] ″ ″ ″ ص۸۵ [4] ″ ″ ″ ص۷
[5] و [6] تذکرہ بہار گلشن کشمیر جلد دوم ص۴۸۶ و ص۲۹۵
[7] پیام یار لکھنؤ بابت فروری ۱۸۸۶ء ص۱ [8] خمخانۂ جاوید جلد پنجم ص۱۱۹
[9] خمخانۂ جاوید جلد چہارم ص۲۱۳ [10] تذکرہ بہار گلشن کشمیر ضمیمہ ص۲
[11] تذکرہ آثار الشعرائے ہنود ص۱۲۵ [12] ہندوؤں میں اردو ص۳۰۵

راجستھان کے غیر مسلم حضرات نے جہاں ایک طرف فارسی نظم و نثر کے خزانے میں اپنی تخلیقات و تالیفات کا اضافہ کیا۔ وہاں دوسری جانب فارسی تصانیف کو اردو تراجم کے ذریعہ عوام تک پہنچانے کی کوشش کی۔ ذیل میں ایسے چند تراجم کی نشان دہی کی جارہی ہے۔

نام مترجم۔ جانی بہاری لال راضی۔ بھرت پور

(۱) دلارام راضی منظوم ترجمۂ بوستاں۔ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ۔ ۱۸۷۰ء

(۲) ارژنگ راضی " " انوار سہیلی " " " " ۱۸۷۲ء

(۳) نگارِ راضی " " گلستاں " " " " ۱۸۷۳ء

نام مترجم۔ منشی دیبی پرشاد بشاش۔ جودھ پور

(۱) فسانۂ خرد افروز۔ یعنی (قصۂ بہرام و بہروز)

آزاد ترجمہ روضۃ الصّفاء۔ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۸۷۳ء

(۲) طراز حکمت آزاد ترجمہ کلیلہ دمنہ

(۳) احکام نوشیروانی (حصۂ اول) " توقیعاتِ کسریٰ

(۴) مخزن تدابیر (کلام اختر و بشاش)

۱۹۰۱ء

منظوم ترجمہ۔ مفرّح القلوب۔ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۹۰۲ء

نام مترجم۔ منشی کرشن گوپال تحسین۔ الور

(۱) چمنستان ترجمہ گلستان۔ مطبوعہ یوسفی پریس الور ۱۸۹۰ء

راجستھان میں غیر مسلم حضرات نے فارسی تصنیفات، تالیفات اور تراجم کے علاوہ گیتا، پران رامائن اور مہابھارت وغیرہ کی تلخیصات اور مطالب بھی فارسی میں تحریر کئے ہیں اور بہت سے قطعات بھی فارسی میں لکھے ہیں۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک میں ایسا کافی مواد فراہم ہے جس سے قومی اتحاد کے نظریہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ راجستھان کے غیر مسلم حضرات کے ان گراں قدر کارناموں پر باقاعدہ تحقیق کی ضرورت ہے۔ ▲▲